رجسٹرڈ نمبر ل ۶۷

REGD NO P. 67

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

THE WEEKLY BADR QADIAN

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۱۳

شمارہ ۲۹

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

نائب: فیض احمد گجراتی

شرح چندہ
سالانہ -/۷ روپے
ششماہی -/۴ "
ممالک غیر -/۸ "

فی پرچہ ۱۔ دانئے پیسے

۲۶ وفا ۱۳۴۳ھ ش	۱۳۸۴ھ	۱۶ جولائی ۱۹۶۴ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۱۴ جولائی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ مورخہ ۱۱ جولائی بوقت ۷ بجے صبح کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ

کل شام کے وقت حضور کو کچھ بے چینی کی تکلیف رہی رات بھی بے چینی رہی نیند اچھی طرح نہیں آئی۔

مورخہ ۸ جولائی کو حضور نے مکرم مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی مبلغ نائیجیریا کو جو بیس سال کے بعد ربوہ تشریف لائے ہیں شرف ملاقات بخشا۔

احباب خاص توجہ اور التزام کے ساتھ دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۱۴ جولائی۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمدللہ۔

یوگنڈا (مشرقی افریقہ) میں جماعت احمدیہ کی کامیاب تبلیغی تربیتی اور تعلیمی مساعی

یوگنڈا زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ۔ پچاس ہزار کی تعداد میں پمفلٹوں کی تقسیم

۷۵ افراد کا قبول اسلام

(از مکرم مرزا محمد ادریس صاحب مبلغ اسلام مقیم مشرقی افریقہ)

یوگنڈا (مشرقی افریقہ) میں ہمارے چار مشن ہیں۔ ہماری تبلیغ کا مرکزی مقام جنجہ ہے۔ یہاں پر انچارج یوگنڈا مشن مکرم مولوی عبدالکریم صاحب شرما ہیں۔ عرصہ زیر رپورٹ میں مکرم شرما صاحب کو زیادہ وقت مصروفیت قرآن مجید کے لوگنڈی میں ترجمہ اور تفسیری نوٹوں کے تیار کرنے میں رہی۔ تین چار اہل زبان دوستوں سے جو اس زبان کے ماہر ہیں نظر ثانی کرائی گئی ہے۔ قرآن مجید کے لوگنڈا زبان میں ترجمہ کی بہت زیادہ مانگ ہے۔ پبلک کی طرف سے اصرار ہو رہا ہے کہ ترجمہ جلد شائع کیا جائے۔ گو ہماری جماعت کی طرف سے سواحیلی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ مگر چونکہ یوگنڈا میں لٹریری سواحیلی زبان سمجھنے والے بہت کم ہیں۔ اس لئے یوگنڈا کے احباب کی خواہش پر قرآن مجید کا ترجمہ لوگنڈی زبان میں کرنا شروع کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے پانچ پاروں کا ترجمہ مع تفسیری نوٹوں کے تیار ہو گیا ہے۔ اور امید ہے کہ اب جلد ہی چھپ کر مارکیٹ میں آ جائے گا۔

لٹریچر کی وسیع پیمانہ پر اشاعت

عرصہ زیر رپورٹ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے لٹریچر کی اشاعت کا کام بہت وسیع پیمانہ پر ہوا ہے۔ پچاس ہزار کی تعداد میں پمفلٹ شائع کئے گئے ہیں۔ یوگنڈا زبان میں نماز کی اشاعت کی گئی جو گزشتہ سال پہلا ایڈیشن دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوا تھا۔ جو خدا کے فضل سے بہت مقبول ہوا اور تین ماہ کے اندر اندر ختم ہو گیا۔ اب دوسرا ایڈیشن سات ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا ہے۔

ایک اشتہار سوال و جواب کے رنگ میں لکھا گیا ہے جس میں احمدیت کے متعلق جو غلط فہمیاں عام طور پر مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں ان کا ازالہ کیا گیا۔

ایک ٹریکٹ یوگنڈا زبان میں ختم نبوت کے بارے شائع کیا گیا ہے۔

حال ہی میں ابطال الوہیت مسیح پر ایک پمفلٹ تیس ہزار کی تعداد میں شائع کیا جو اس وقت تقسیم ہو رہا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت پسند کیا گیا ہے۔

سیرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مصنفہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ بزبان اردو [illegible] دو ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا ہے۔ اسی طرح رمضان شریف سے قبل ایک رسالہ روزہ کے مسائل پر یوگنڈا زبان میں شائع کیا جو خدا کے فضل سے بہت مقبول ہوا ہے۔ یوگنڈا زبان میں لٹریچر کی اشاعت کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے جاری تبلیغ میں وسعت پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ بہت سے لوگ زبانی اور بذریعہ خطوط ہمارے لٹریچر کی تعریف کر رہے ہیں۔ اب ہمیں مختلف کالجوں کے اساتذہ اور طلباء کی طرف سے لٹریچر کے مطالعہ کے لئے خطوط آ رہے ہیں۔

جنجہ مشن کے زیر اہتمام معلمین کی ٹریننگ کلاس قریباً ایک سال سے جاری ہے۔ حاجی محمد ابراہیم صاحب ہر روز باقاعدگی سے پڑھاتے ہیں۔ مکرم شرما صاحب ان کی جنرل نگرانی کے علاوہ ہر ماہ معلمین کا امتحان لیتے رہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے معلمین کی ٹریننگ کلاس اچھی تعلیمی حالت میں ایک سال میں کافی ترقی کر چکی ہے۔ معلمین کو گاہے گاہے قریبی دیہات میں تبلیغ اور فروخت لٹریچر کے لئے بھجوایا گیا۔ ان کے ذریعہ چار سو شلنگ کا لٹریچر فروخت ہوا۔

U.N.O کے زیر اہتمام ایک مصری دوست یہاں ایک مسلم ٹیچر ٹریننگ کالج میں پڑھانے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مکرم شرما صاحب کو چائے پر مدعو کیا اور کہنے لگے کہ میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں آ کر میں نے آپ کے مشن کا کام دیکھا ہے اور میری ایماندارانہ رائے ہے کہ جب تک مسلمان آپ کے ساتھ مل کر کام نہ کریں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کہنے لگے میں برملا کچھ نہیں کر سکتا لیکن میری کوشش یہی ہے کہ میں ذمہ دار لوگوں کو سمجھاؤں کہ وہ آپ کے ساتھ تعاون کریں۔ انہوں نے کہا میں نے اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھی ہے اسی کے مضامین کالج میں پڑھاتا ہوں لیکن یہ نہیں بتاتا کہ کس کتاب سے مضامین لیتا ہوں۔ یہ وہ مصری صاحب ہیں جن کے متعلق یہاں کے مسلمان مخالفین کہا کرتے تھے کہ ہم نے آپ کے مقابلہ کے لئے ان کو بلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت بخشے۔

> میری ایماندارانہ رائے ہے کہ جب تک مسلمان احمدی مبلغین کے ساتھ مل کر کام نہ کریں کامیاب نہیں ہو سکتے!!
>
> "ایک مصری عالم"

ہمارا دوسرا مشن کمپالا میں ہے۔ اس مشن کے انچارج حکیم محمد ابراہیم صاحب ہیں۔ کمپالا سے دس میل کے فاصلہ پر سیٹا میں ہمارا تعلیم الاسلام سکول ہے۔ یہ سکول ۵ مارچ ۱۹۶۲ء کو جاری کیا گیا تھا۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے چھٹی جماعت تک ترقی کر گیا ہے۔ اس سکول میں ۱۸۵ طلباء تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

کمپالا مسجد میں برکات خلافت کے متعلق جلسہ ہوا جس میں مکرم حکیم محمد ابراہیم صاحب مکرم ڈاکٹر فضل دین صاحب اور مکرم چوہدری چراغ دین صاحب نے خلافت کی ضرورت اور اس کی برکات کے متعلق تقاریر کیں۔ اطفال کے تقریری مقابلے ہوئے۔ اول، دوم، سوم آنے والے بچوں کو انعامات دیئے گئے۔ جلسہ کے آخر میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے اجتماعی دعا کی گئی۔

ملیشیا کا ایک خیر سگالی وفد سنگاپور کے چیف منسٹر کی زیر سرکردگی کمپالا آیا۔ مکرم حکیم صاحب نے وفد کے تمام ممبران سے مل کر ان کو جماعت کا لٹریچر دیا۔ اسی طرح

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان ـــــ مؤرخہ ۱۶ر جولائی ۱۹۶۵ء

اسلامی تعلیمات کی امتیازی شان

اسی پرچہ میں دوسری جگہ "سویڈن کی سماجی حالت" کے عنوان کے تحت ایک صحافی کے مضمون کا ایک حصہ نقل کیا گیا ہے جس میں مضمون نگار نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ دیگر مغربی ممالک کی طرح شمالی یورپ کے اس ترقی یافتہ ملک کی سماجی حالت بھی ابتر ہو رہی ہے۔ مضمون نگار نے صحیح طور پر بتایا ہے کہ ملک کا مذہب عیسائیت تو ہے مگر وہ نئے حالات اور تقاضوں کا سامنا نہیں کر سکتا۔ اس کا نتیجہ ہے کہ عوام کا مذہب میں یقین نہیں رہا اور :-

"یہاں کوئی ایسا ادارہ نہیں جو لوگوں کے جذبات کو قابو میں رکھ سکے نتیجہ یہ ہے کہ ہر شخص کے جی میں جو آئے کر سکتا ہے اور جدھر چاہے جا سکتا ہے یہ حالت تقریباً سبھی مغربی ممالک میں ہے لیکن اس ملک میں غالباً سب سے زیادہ ہے"۔

حقیقت بھی یہ ہے کہ مغربی ممالک کی مادی ترقی کے ساتھ ساتھ عوام کو اخلاقی انحطاط کے گڑھے میں لے جانے کا بڑا ذریعہ خود مسیحی مذہب کی ایسی تعلیمات ہیں جن میں پہلے نمبر پر شریعت کو لعنت قرار دے کر ہر شخص کو شریعت کے بند ھنوں سے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد کفارہ پر ان کے ایمان واعتقاد نے رہی سہی کسر نکال دی۔ جب ایک شخص کو اس بات کا عقیدۃً یقین دلایا گیا کہ ہر قسم کے گناہوں سے ملوث ہو جانے کے بعد چند منٹوں کے لئے محض پادری کے سامنے اپنے گناہوں کا زبانی اقرار کر لینے اور دل میں اس بات کا یقین قائم کر لینے سے معاملہ صاف ہو جاتا ہے کہ میرے تمام گناہوں کو یسوع مسیح نے اُٹھا لیا۔

گویا یہ کفارہ پر ایمان ہی ہے جس نے مسیحی دنیا کے دلوں سے گناہ کی ہیبت کو مٹا کر اُنہیں ایسے گھناؤنے افعال پر جرأت دلائی۔ جس کا نتیجہ آج مغربی ملکوں میں اخلاق کے دیوالیہ ہو جانے کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ ذرا اندازہ تو کریں کہ ۷۵ لاکھ آبادی کے ملک میں ایک سال کے اندر ۱۲۲۱۶ ناجائز بچے پیدا ہوئے جنہیں سوسائٹی نے کھلے دل سے برداشت کر لیا۔ اور جو بداخلاقی کے واقعات کچھ نتیجہ برآمد نہیں کر پاتے ان کی تعداد و شمار تو بہرحال پردۂ اخفاء میں ہیں۔

اپنے ماننے والوں پر کسی مذہب کی گرفت کا ڈھیلا پڑ جانا دو وجوہ کی بناء پر ہو سکتا ہے یا تو یہ صورت ہوتی ہے کہ مذہب ہی اس دوائی کی طرح ہو جاتا ہے جو ایک عرصہ گذر جانے کے باعث اپنا اثر کھو چکی ہے۔ اب اس دوائی کی خواہ کتنی ڈوز بھی دے دی جائے نتیجہ صفر ہی رہتا ہے۔ بلکہ اگر ذی اثر دوائی کی تلاش نہ کی جائے تو فی الواقع بیماری کی وہی حالت ہو جاتی ہے جو اخلاقی نقطۂ نگاہ سے آجکل مغربی ممالک کی ہو رہی ہے۔ روحانی لحاظ سے وہ مسیحیت کو اپنی بیماریوں کا مداوا سمجھتے ہیں مگر اس کی تاثیرات مدت ہوئی ختم ہو چکی ہیں۔ مگر وہ ہیں کہ باوجود مادیت میں بڑے روشن دماغ ہونے کے اور نئے نئے انکشافات کرنے کے اس جہت سے اندھے کے اندھے ہی ہیں۔ یا یوں کہیئے کہ ان کی ایک آنکھ تو بڑی روشن ہے مگر دوسری آنکھ جو روحانیت کو دیکھا کرتی ہے اس کی بینائی سے وہ محروم ہو چکے ہیں۔

دوسرے نمبر پر کسی مذہب کی اپنے پیروؤں پر سے گرفت کے ڈھیلا پڑ جانے کی یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ اس مذہب میں تو تاثیرات اُسی طرح قائم و دائم ہیں مگر خود پیروکاروں کے اپنے اعتقاد اور یقین میں ایسا تنزل آچکا ہوتا ہے کہ ان کی روزمرہ کی زندگی پر مذہب کی تعلیمات اثر انداز نہیں ہوتیں۔ ان لوگوں کی مثال اس بیمار کی ہوتی ہے جس کو شدید بیماری کے باعث اچھی سے اچھی غذا بھی موافق نہیں آتی۔ ان کو دیکھ کر غذا پر کسی طرح اعتراض نہیں آسکتا پہلے ان کی بیماری کا علاج ضروری ہوتا ہے۔ جب اُن کے جسم کی اندرونی مشینری صحیح طور پر کام کرنے لگ جاتی ہے تو وہی غذا اُن کے جسم کی توانائی میں اضافہ کا موجب ہوتی ہے۔

بمقابلہ دیگر مذاہب عالم اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کی تعلیمات نہ تو ناکارہ ہوتی ہیں اور نہ ہی اُن کی تاثیرات ختم ہو سکتی ہیں بلکہ وہ اب بھی ویسی ہی تروتازہ ہیں جو صدر اول میں تھیں فرق صرف معتقدین کے اپنے ایمان و یقین میں کمی آنے کے باعث نظر آتا ہے۔ آج کا مسلمان بھی دوسرے مذاہب پر یقین رکھنے والوں کی طرح بے اعتقاد اور بے عمل ہو چکا ہے اُس کے پاس اکسیر کا نسخہ تو ہے مگر اپنی اندرونی بیماری کے غلبہ کی وجہ سے اور ذاتی لاپرواہی کے سبب نہ تو صحیح طور پر اس کو استعمال میں لانا چاہتا ہے اور نہ ہی اُس کی تاثیرات کا وہ مشاہدہ کر پاتا ہے۔

اسلام کی تعلیمات اپنی جامعیت اور ہر زمانہ کے بدلے ہوئے حالات کے باوجود بھی انسان کی روحانی رہنمائی کے قابل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک زائد بات جو اسلام کو دوسرے جملہ مذاہب سے ایک نمایاں امتیاز بخشتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کی مثال اُس سرسبز و شاداب درخت کی طرح ہے جس کی جڑیں نہایت مضبوطی کے ساتھ زمین کی تہہ میں گڑی ہوئی ہیں اور ان کی شاخیں آسمان کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ ہر موسم میں ٹھیک وقت پر حیات بخش شیریں پھل دیتا ہے جس کے تازہ پھل وہ سینکڑوں اور ہزاروں خدا رسیدہ وجود ہیں جو صدرِ اول سے اب تک اسلام میں پیدا ہوتے چلے آرہے ہیں۔ یہ مقدس وجود وہ روحانی طبیب ہوتے ہیں جن کی پاک صحبت میں بیٹھنے اور اُن کی زندگی بخش ہدایات کو سننے سے ایک انسان کی روحانی آلائشیں رفع ہوتی ہیں۔ ان مبارک وجودوں کا کام ایک طرف عوام کے دلوں کو گناہوں کی کثافت سے صاف کرنا ہوتا ہے۔ تو دوسری طرف اُن کے دماغوں سے اُن غلط خیالات اور نظریات کو دور کر کے اسلام کی صحیح اور حقیقی تشریحات داخل کرنا ہوتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ سے وحی اور الہام کے ذریعہ ایک وافر حصہ عطا ہوتا ہے۔ یہ مقدس لوگ اسلامی اصطلاح میں مجدد وقت کہلاتے ہیں انہیں مجددین کے سلسلہ کا ایک مضبوط کڑی وہ عظیم الشان وجود ہے جسے اسلامی روایات میں مہدی معہود یا مسیح موعود کے نام سے پکارا گیا جسے آخری زمانہ میں حضرت بانی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز قرار دیا گیا۔ ہمارے اس زمانہ میں اس کے ظہور پذیر ہونے کے بارہ میں نہ صرف یہ کہ مذہب اسلام میں قبل از وقت خبریں دی گئی ہیں۔ بلکہ جملہ دیگر مذاہب میں بھی ایک ایسے ہادی اور روحانی راہنما کی خبر دی گئی ہے جو اس پُر آشوب زمانہ میں انسانیت کی کشتی کا ناخدا ہونا قرار دیا گیا۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ان تمام پرانے بزرگوں کی بیان کردہ وہ باتیں جو اس زمانہ کے خطرناک بگاڑ سے متعلق تھیں وہ نہایت صفائی سے پوری ہو رہی ہیں۔ پھر اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ گناہوں کی آلودگی سے نجات دینے والا وجود بھی بہرحال اسی زمانہ میں پیدا ہو چکا ہے۔ بھگوت گیتا میں خود حضرت کرشن کا یہ وعدہ اب تک موجود ہے کہ جب دنیا میں گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو وہ دنیا میں اوتار دھارن کرتے ہیں جس کا مطلب یہی ہے کہ کوئی زمانہ بھی روحانی راہنمائی سے خالی نہیں۔ بالخصوص جب صورت یہ ہو کہ یہ زمانہ ہر طرح کی خرابیوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تو ناممکن ہے کہ اسے روحانی راہنماؤں سے خالی مانا جائے۔ چنانچہ ہمارے اعتقاد کے مطابق تمام اقوامِ عالم کا روحانی موعود ایک ہی وجود [illegible] ہو کر [illegible] قادیان کی بستی میں پیدا ہوا۔ چنانچہ اس مبارک وجود کے ذریعہ جو جماعت تیار ہوئی وہ ایک مثالی جماعت ہے جس کو خدا کے فضل سے دن دونی رات چوگنی ترقی حاصل ہو رہی ہے۔ اور دنیا کے اکناف میں اس کے خیالات کی مقبولیت بڑھ رہی ہے ایک خاص تعداد اپنی سابقہ گندی زیست سے توبہ کر کے پاک و صاف زندگی بسر کرنے کا عہد کر رہی ہے۔

الغرض یہ امر مذہب اسلام کی زندگی کا زبردست عملی ثبوت ہے کہ اس مبارک مذہب کے ماننے والے خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ اور اُن کی عملی حالت ایک مثالی معاشرہ کا نقشہ پیش کرتی ہے اور سعید روحیں اس طرف رُخ کر رہی ہیں۔

اخبار پرتاپ سے نقل کردہ حصہ کے آخر میں مضمون نگار نے بھارت کی مذہبی حالت کے عنوان کے تحت گائے کے بارہ میں اہل سویڈن کے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مضمون نگار کو خود ہی اپنے معتقدات کی کمزوری کا اقرار ہے۔ اس لئے ہمیں زیادہ تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ تبلیغی جماعت ہونے کے لحاظ سے ہماری جماعت کے مبلغین دنیا کے اکناف میں اسلام و احمدیت کی تعلیمات کا پرچار کرتے ہیں انہیں مختلف قسم کے خیالات کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اسلام کی کسی تعلیم یا ہدایت پر انہیں کسی کے سامنے شرمسار ہونا پڑا ہو۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلامی تعلیمات انسانی دماغ کو پورے طور پر مطمئن کرنے کے علاوہ اپنے ساتھ معقول دلائل ناقابلِ تردید ثبوت رکھتی ہیں۔ اور زمانہ کی ضروریات کے عین مطابق ہیں۔ اہلِ سویڈن کے تبصرہ سے مماثلت ایک پُر لطف تبصرہ کچھ عرصہ ہوا پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی کیا تھا۔ جبکہ غالباً اس ملک سویڈن کی گایوں کا ذکر ہو رہا تھا کہ وہ اس مقدار میں دودھ دیتی ہیں کہ بھارت کی گایوں کا ان سے مقابلہ بھی ممکن نہیں۔ پنڈت نہرو نے اس موقعہ پر بتایا تھا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں گائے کی پوجا ہوتی ہے اور ہماری جنتا اس کے زیادہ دودھ سے محروم رہتی ہے۔ مگر بیرونی ممالک گائے کی سیوا کرتے ہیں۔ جس سے اُن ممالک میں گویا دودھ کی نہریں جاری ہیں۔ یہ امر واقعی قابلِ غور ہے!!

جلسہ ہائے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یوم سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے مورخہ ۲۱ر جولائی بروز بدھ کی تاریخ مقرر کی گئی ہے تمام جماعتیں اس روز بڑے اہتمام کے ساتھ جلسے منعقد کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت خود بھی علم حاصل کریں اور اپنے واقفکار غیر مسلم دوستوں کو بھی آگاہ کریں۔

(ناظر دعوۃ تبلیغ قادیان)

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کی طرف جھکو اور اسی پر توکل کرو کہ تمہاری مشکلات کا یہی واحد علاج ہے

تم خدا تعالیٰ سے اس کا فضل اور رحم طلب کرو اور اس سے سچا تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرو

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۸ جولائی ۱۹۵۲ء بمقام ربوہ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔
شاید ۱۹۱۱ء کی بات ہے جبکہ میں شملہ گیا ہوا تھا۔ وہاں میں نے

ایک رؤیا دیکھا

کہ گویا مجھے کسی کام پر مقرر کیا گیا ہے۔ مجھے یاد نہیں رہا کہ آیا اللہ تعالیٰ نے وہ کام میرے سپرد کیا تھا یا اس کے کسی فرشتے نے اس کام پر مجھے مقرر کیا۔ ممکن ہے اس وقت یہ چیز میرے ذہن میں ہو مگر اس وقت نہیں۔ بہرحال کسی بالا ہستی نے میرے سپرد ایک کام کیا اور اس کام پر روانہ ہوتے وقت مجھے یہ نصیحت کی کہ جس کام کے لئے تمہیں بھجوایا جا رہا ہے اس کے رستہ میں تمہیں بڑی بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ چاروں طرف سے تمہیں ڈرانے اور دھمکانے کی کوشش کی جائے گی۔ اور لوگ تمہیں تمہارے اصل مقصد سے غافل رکھنے کی کوشش کریں گے۔ مگر تم ان کی طرف کوئی توجہ نہ کرنا اور سیدھے چلتے چلے جانا۔ پھر یہ بھی کہا کہ تمہاری توجہ کو پھرانے کے لئے یہ مشکلات کئی شکلوں میں آئیں گی۔ کبھی وہ غیر مرئی ہوں گی۔ اور کبھی مرئی ہوں گی۔ کبھی وہ ڈرانے والی شکلوں میں تمہارے سامنے آئیں گی اور کبھی یونہی آوازیں سنائی دیں گی مگر تم ان کی پرواہ نہ کرنا اور یہی کہتے چلے جانا کہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

چنانچہ میں جس کام کے لئے روانہ ہو گیا ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ ایک بھاری جنگل رستہ میں آ گیا اور ایک دشوار گزار پہاڑی رستہ سے مجھے گزرنا پڑا۔ میں ایک تنگ ڈنڈی پر جا رہا تھا کہ مجھے اپنے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے سے مختلف قسم کی آوازیں آنے لگیں اور مجھے مختلف طریق سے اپنے مقصد سے پھرانے لگیں۔ کبھی وہ مجھے دوستانہ رنگ میں بلاتی تھیں اور کبھی دشمنی کے رنگ میں بلاتی تھیں کئی دفعہ مجھے بلانے والے نظر نہیں آتے تھے اور کبھی ڈرانے والی چیزیں مجھے نظر آتی تھیں کبھی شیر کی شکل ہوتی تھی تو انسان کا دھڑ ہوتا تھا کبھی انسان کی شکل ہوتی تھی تو شیر کا دھڑ ہوتا تھا کبھی انسان کا منہ ہوتا تھا اور گدھے کا جسم ہوتا تھا اور کبھی گدھے کا منہ ہوتا تھا اور انسان کا جسم ہوتا تھا کبھی خالی سر پھرتے نظر آتے تھے اور کبھی خالی دھڑ باتیں کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ غرض چاروں طرف اسی قسم کے نظارے نظر آتے تھے اس پر میں کہتا خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اور جب میں خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ کہتا تو ڈرانے والی چیزیں سب غائب ہو جاتیں۔ اگر وہ آوازیں غیر مرئی ہوتی تھیں تو بند ہو جاتیں اگر خالی دھڑ ہوتے تو غائب ہو جاتے مگر تھوڑی دور جا کر پھر اور شکلیں ظاہر ہو جاتیں لیکن جب میں پھر خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ کہتا تو سب غائب ہو جاتیں پھر ایک نیا فتنہ کھڑا ہوتا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ فتنہ غائب ہو جاتا۔ پھر ایک نیا فتنہ کھڑا ہوتا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی مٹ جاتا۔ یہاں تک کہ میں سفر طے کر کے منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ یہ چالیس سال پہلے کا خواب ہے جس میں درحقیقت ان آنے والی مصیبتوں اور مشکلات کا علاج بتایا گیا تھا جو ازل سے خدا کی طرف سے جماعت احمدیہ کے لئے مقرر ہیں

اس خواب کے کئی پہلو

متفرق اوقات میں پورے ہو کر جماعت کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوئے اور اب تک ہو رہے ہیں۔ ہماری جماعت پر اس قدر مصائب اور ابتلا آئے اور آتے رہے کہ ہر وقت سمجھا گیا کہ یہ جماعت ختم ہو گئی ہے۔ لیکن ہر فتنہ کے بعد دنیا نے یہ دیکھا کہ احمدیت پہلے سے بھی زیادہ مضبوط [illegible] سے قائم ہے۔ آپ لوگوں نے بارہا دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے شدید مخالفتوں کے باوجود جماعت کو بڑھایا اور جن چیزوں کی اس نے پہلے سے خبر دے رکھی تھی اس کو ہمیشہ پورا کیا اتنے واضح نشانات دیکھنے کے بعد بھی اگر ہماری جماعت کبھی متردد ہو تو اس کو یقین دلانے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ مشکلات آئیں گی اور مختلف شکلوں اور مختلف اوقات میں آئیں گی۔ اور پھر بتایا گیا ہے کہ اس کا یہ علاج نہیں کہ تم فساد کرنے لگ جاؤ بلکہ اس کا علاج صرف ایک ہی ہے کہ

تم خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرو

اور اس کی مدد اور اس کا فضل اور رحم مانگو۔ مخالفین کے منصوبوں اور ان کی کوششوں کا یہ علاج نہیں کہ تم بھی منصوبے کرو بلکہ اس نے ان کا جو علاج مقرر کیا ہے وہ کرتے چلے جاؤ اور "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" کہتے چلے جاؤ۔ جب تم سچے دل سے یہ کہو گے کہ "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" تو سب مشکلات دور ہو جائیں گی۔ یہ اتنا لمبا تجربہ شدہ نسخہ روحانی جماعتوں کا ہے کہ اس کے لئے کسی رؤیا کی ضرورت نہیں۔ گو رؤیا اللہ تعالیٰ نے اپنے نشان کو تازہ کرنے کے لئے دکھایا ہے ورنہ

یہ سنت اللہ ہے

کہ جب بھی خدا تعالیٰ نے کبھی مامورین مرسلین اور [illegible] بھیجے۔ اور بزرگ بندے دنیا میں آئے تو ان کی ہمیشہ ہی مخالفت ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ [illegible] یا حسرۃ علی العباد ما یاتیہم من رسولٍ الا کانوا بہ یستہزؤن۔ ہائے افسوس ان بندوں پر کہ کبھی بھی کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں آیا کہ جس سے لوگوں نے ہنسی اور مذاق نہ کیا ہو۔ لوگ ان چیزوں اور دعووں پر جو غلط ہوتے ہیں ٹھٹھا اور مذاق نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ لوگ جھوٹ بولیں کسی کو اپنا معبود بنا لیں کسی کو خدا تعالیٰ کا نام دیدیں کسی کو شارع سمجھ لیں۔ ان کی مخالفت نہیں ہوتی لیکن تم سچے ہو کر انسان ہونے کا دعوے بھی کرو تو لوگ تمہاری مخالفت کریں گے۔ کیونکہ سچے کی ہمیشہ مخالفت ہوتی ہے اور قرآن کریم نے بتایا ہے کہ جب بھی نبیوں یا ان کے متبعین پر مصائب آئے۔

ان کا علاج یہی تھا

کہ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے جھکے۔ خدا تعالیٰ کی طرف انہوں نے توجہ کی اور اسی سے مدد مانگی۔ آخر ایک دن خدا تعالیٰ کی مدد آئی اور وہی مخالفتیں جو لوگ کر رہے تھے ان کے لئے رکھ دکھاوا کا کام دے گئیں اور جماعت کے ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کا وقت آ گیا اسلامی تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کے ساتھ بھی ایسے بہت سے واقعات گزرے ہیں مثلاً خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء کے متعلق ہی

تاریخ میں ایک واقعہ

بیان ہوا ہے کہ دہلی کے بہت سے لوگ آپ کے مرید تھے اور بعض بارسوخ لوگ بھی آپ کے مریدوں میں شامل تھے۔ بعض دشمنوں نے بادشاہ کے دل میں یہ وسوسہ پیدا کیا کہ حضرت خواجہ نظام الدین صاحب باغی ہیں اور ایک دن آپ کے مقابلہ پر کھڑے ہو جائیں گے۔ آہستہ آہستہ بادشاہ ان کی باتوں سے متاثر ہو گیا۔ بادشاہ ان دنوں ایک مہم پر جانے والا تھا۔ وہ کہنے لگا اس مہم سے فارغ ہو جاؤں

زوال کا فیصلہ کر لیں گے۔ چنانچہ وہ مہم پر چلا گیا بعض مریدوں نے حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ کے کانوں میں یہ بات ڈال دی کہ بعض حاسدوں نے آپ کے متعلق بادشاہ کے دل میں یہ شبہ ڈالا ہے کہ آپ حکومت کے باغی ہیں اور اب بادشاہ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ سفر سے واپس آ کر آپ کو سزا دے گا۔ اس کا کوئی علاج کرنا چاہیئے۔ اور بادشاہ کے درباریوں کو سمجھا کر اس بات پر تیار کرنا چاہیئے کہ وہ بادشاہ کو آگاہ کر دیں۔ خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا ہم نے کچھ نہیں کیا ہم اس کا کیا علاج کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے دعا کریں۔ مگر چونکہ مرید گھبرائے ہوئے تھے اس لئے وہ بار بار خواجہ صاحب کے پاس آتے اور کہتے کہ حضور اس طرف توجہ فرمائیں کیونکہ بادشاہ نے کہا ہے کہ مہم سے فارغ ہونے کے بعد وہ کوئی نہ کوئی کارروائی کرے گا مگر آپ یہی فرماتے رہے کہ ہمارے اختیار میں کچھ نہیں۔ خدا تعالیٰ کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ ہم صرف یہی کر سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے دعا کریں۔ آخر بادشاہ مہم سے کامیابی کے ساتھ لوٹا۔ اور جب یہ خبر آئی کہ بادشاہ مہم کو سر کرنے کے بعد دہلی واپس آ رہا ہے تو وہ پھر حضرت خواجہ صاحب کے پاس آئے اور کہنے لگے بادشاہ واپس آ رہا ہے بہتر ہے کہ اس کے منہ چڑھوں سے اس کے پاس سفارش کرائی جائے۔

حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ

نے فرمایا ہنوز دلی دور است۔ ابھی دلی بہت دور ہے۔ گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں۔ اس زمانہ میں بادشاہ پڑاؤ کرتے آتے تھے۔ جب بادشاہ کچھ فاصلہ پر اور آگے آ گیا تو حضرت خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء کے مرید پھر آپ کے پاس گئے اور عرض کیا بادشاہ دہلی کے اور قریب آ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا "ہنوز دلی دور است" ابھی دلی بہت دور ہے۔ آخر وہ نصف فاصلہ طے کر آیا۔ پھر ایک چوتھائی فاصلہ پر پہنچ گیا ہر دفعہ مرید حضرت خواجہ صاحب کے پاس پہنچے لیکن آپ یہی فرماتے کہ ہنوز دلی دور است۔ ابھی دلی بہت دور ہے۔ آخر وہ دن آ گیا جب بادشاہ کو شام کے قریب دہلی کے پاس پہنچنا تھا اس وقت یہ قاعدہ تھا کہ بادشاہ جب سفر سے واپس لوٹتے تو صدر مقام کے قریب رات کو قیام کرتے اور صبح کو شہر میں جلوس کی صورت میں داخل ہوتے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی سنت تھی۔ بادشاہوں نے شہر کے باہر کچھ محلات بنائے ہوتے تھے۔ جب کبھی سفر سے واپس لوٹتے تو رات کو ان محلات میں قیام کرتے تا لوگ ان کے استقبال کے لئے مناسب تیاری کر لیں بادشاہ اس قاعدہ کے مطابق شہر کے باہر کچھ فاصلہ پر ٹھہر گیا۔ ولیعہد کی طرف سے بادشاہ کو

ایک پُر تکلف دعوت دی گئی

مرید حضرت نظام الدین صاحب اولیاء کے پاس آئے اور عرض کیا حضور اب تو بادشاہ شہر کے بالکل قریب آ گیا ہے اور صبح شہر میں داخل ہو جائے گا۔ آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ ہنوز دلی دور است۔ رات کو بادشاہ کے اعزاز میں اور مہم کو کامیابی سے سر کرنے کے سلسلہ میں خوشی کا اظہار کرنے کے لئے جشن منایا گیا۔ بہرحال

بادشاہ کی مقبولیت

کی وجہ سے لوگوں نے اس قدر دعوت نامے لئے کہ چھت گر گئی اور بادشاہ اس چھت کے نیچے دب کر ہلاک ہو گیا۔ پس بعض دفعہ خدا تعالیٰ اپنا فضل اسی رنگ میں بھی نازل کرتا ہے۔ لیکن کبھی وہ مخالفین کے دلوں کو ایمان سے بھر دیتا ہے اور وہ ایمان لا کر متبعین میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔ یعنی جو بات بھی وہ میرے دل میں ڈالتا ہے۔ وہ ہدایت کی ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ جب آپ ایک جنگ سے واپس لوٹے تو ایک شخص جس کا بھائی ایک جنگ میں مارا گیا تھا اور اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے بھائی کا بدلہ لے گا وہ آپؐ کے ساتھ آیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے بھائی کے بدلہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے گا۔ صحابہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اکیلا نہیں رہنے دیتے تھے۔ وہ شخص کئی منزلیں آپ کے ساتھ ساتھ آیا۔ لیکن وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکا ہر گھڑی اس نے صحابہ کو آپ کی حفاظت کرتے ہوئے پایا

جب قافلہ مدینہ کے قریب

پہنچا تو صحابہ سے کچھ غفلت ہوئی۔ انہوں نے خیال کیا کہ اب ان کا اپنا علاقہ ہے دشمنوں کا نہیں اس لئے وہ باغ میں ادھر ادھر پھیل گئے اور سو گئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایک جگہ لیٹ گئے۔ اور صحابہؓ نے پہرہ کی کوئی ضرورت نہ سمجھی۔ انہیں کیا پتہ کہ دشمن چوری چوری ساتھ آیا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے کہ وہ شخص آپ کے پاس آیا۔ اس نے آپ کی تلوار اٹھائی اسے میان سے باہر نکالا اور آپ کو جگا کر کہا۔ میں فلاں شخص ہوں۔ آپ کے ساتھیوں نے میرے بھائی کو مارا ہے۔ میں اس

بدلہ لینے کے لئے

آپ لوگوں کے ساتھ ساتھ آیا ہوں۔ اب بتائیں آپ کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی گھبراہٹ کے فرمایا۔ اللہ۔ یعنی مجھے اللہ بچا سکتا ہے۔ یہ بظاہر ایک لفظ تھا جو یقین اور وثوق اور ایمان اس کے پیچھے تھا اس نے اس پر ایسا اثر کیا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلدی سے وہ تلوار پکڑ لی۔ اور کھڑے ہو گئے اور فرمایا اب تم بتاؤ میرے ہاتھ سے تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ اس نے کہا حضورؐ ہی رحم فرمائیں تو میری جان بچ سکتی ہے ورنہ نہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے میری زبان سے اللہ کا لفظ سنا اور پھر بھی نہ سمجھا کہ میں

اللہ ہی بچا سکتا ہے

میں نہیں بچا سکتا۔ پھر آپؐ نے اسے معاف فرما دیا۔ اور وہ ایمان لے آیا۔ اب دیکھو وہ شخص آپؐ کا سخت مخالف تھا اور آپؐ کو قتل کرنے کے لئے کئی منزلیں طے کر کے آیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا مددگار بنا دیا۔ غرض انبیاء میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ ایک شخص دشمن ہوتا ہے لیکن خدا تعالیٰ اسے دوست بنا دیتا ہے۔ اسی قسم کا

ایک اور واقعہ

بھی تاریخ میں آتا ہے۔ فتح مکہ کے بعد جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین کے لئے تشریف لے گئے تو دو ہزار کفار بھی لشکر میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمیں اپنے لشکر میں شامل کریں۔ ہم وہاں اپنے جوہر دکھائیں گے۔ جب دشمن نے آپؐ پر حملہ کیا۔ تو ان سے برداشت نہ ہو سکا ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور وہ پیچھے بھاگے اور ان کے بھاگنے کی وجہ سے مسلمانوں کے گھوڑے بھی بھاگ نکلے یہاں تک کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک وقت میں صرف بارہ آدمی رہ گئے پھر ایک ریلا آیا تو یہ بارہ آدمی بھی پیچھے دھکیل دیئے گئے۔ اس وقت ایک شخص جس کا نام غالباً ابوسفیان تھا۔ یہ ابوسفیان وہ شخص ہے جس کے پاس کعبہ کی کنجی تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی

فتح مکہ کے بعد

کعبہ کی کنجی اسی کے سپرد کی تھی۔ اور ہمارے وقت تک اسی کی اولاد کے پاس کنجی چلی آتی ہے۔ اب پتہ نہیں ابن سعود کی حکومت نے وہ کنجی اس قبیلہ سے واپس لے لی ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص کعبہ کی زیارت کرنا چاہتا تھا تو اس سے کنجی لیتا تھا۔ اور زیارت کے بعد اسے واپس کر دیتا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دفعہ کعبہ کی زیارت کرنی چاہی تو اس سے کنجی لی۔ اور زیارت کی۔ وہ بظاہر ایمان لے آیا تھا۔ لیکن

اس کی نیت یہ تھی

کہ اگر موقعہ ملا تو وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے گا۔ وہ کہتا ہے میں بھی اس وقت قریب تھا۔ اور اس تاک میں تھا کہ اگر موقعہ مل جائے تو آپ پر حملہ کر دوں۔ میں نے میدان خالی پایا تو آپ کے قریب پہنچا اور نیت کی کہ آپ پر حملہ کر دوں۔ لیکن مجھے دیکھ کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ تو اس کے دل سے سارا بغض نکال دے۔ پھر آپؐ نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھا اور دعا کی اے اللہ تو اس کے دل سے سارا بغض نکال دے۔ یہ فقرہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلنا ہی تھا کہ مجھے یوں معلوم ہوا کہ گویا بجائے اس کے کہ میں آپ کو قتل کرنے آیا ہوں۔ آپ پر جان نثار کرنے آیا ہوں میرے اندر محبت کا اتنا جوش پیدا ہوا کہ وہی تلوار جس سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر وار کرنا چاہتا تھا ہاتھ میں لے کر میں نے آپ کی سواری کے آگے آگے لڑنا شروع کیا۔ اس وقت میرے اندر اتنا جوش تھا کہ خدا کی قسم اگر اس وقت میرے سامنے میرا باپ بھی آ جاتا تو میں تلوار سے اس کی گردن اڑا دیتا۔ دیکھو وہ شخص

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل

کرنے آیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر تبدیلی پیدا کر دی۔ اور وہ ایمان لے آیا۔ پس ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ مخالف کو دوست بنا دیتا ہے اور ایک ذریعہ وہ ہے جو حضرت خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء نے مخالف کے مقابلہ میں اختیار کیا۔ اس بادشاہ کا مرنا خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء کے اختیار میں نہیں تھا۔ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں تھا اور فرشتوں کی مدد سے ایسا ہوا۔ پس بعض دفعہ خدا تعالیٰ مخالف کو ہدایت دے دیتا ہے اور وہ دوست بن جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ وہ اسے مار دیتا ہے۔ ہمیں کسی خاص طریق کے مانگنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ مانگنے کی ضرورت ہے کہ جو لوگ بھی مخالف ہیں خدا تعالیٰ ہمیں ان کے شر سے محفوظ رکھے اور ہم پر اپنا فضل نازل کرے۔ بسا اوقات کوئی مخالف ایسا بھی ہوتا ہے جو شرارت میں بڑھ جاتا ہے اور اس کے لئے ہمیں بددعا بھی کرنی پڑتی ہے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے بعض دشمنوں کے لئے بد دعا کی بعضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنے بعض دشمنوں کے لئے بد دعا کی ہے لیکن عام طور پر

ہمارا یہی اصول ہونا چاہیئے

کہ ہم کسی کے لئے بد دعا نہ کریں بلکہ ہمیں اپنے مخالفین کے لئے دعا کرنی چاہیئے آخر انہوں نے بھی ایمان لانا ہے۔ مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی فرمایا کرتے تھے کہ میں چوبارہ میں رہتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مکان کے نچلے حصہ میں تھے کہ ایک رات نچلے حصہ سے مجھے اس طرح رونے کی آواز آئی جیسے کوئی عورت درد زہ کی وجہ سے چلاتی ہے۔ مجھے تعجب ہوا۔ اور میں نے کان لگا کر آواز کو سنا تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کر رہے ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ اے خدا طاعون پڑی ہوئی ہے۔ اور لوگ اس کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ اے خدا اگر یہ سب لوگ مر گئے تو تجھ پر ایمان کون لائے گا۔ اب دیکھو طاعون وہ نشان تھا جس کی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ طاعون کے نشان کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں سے بھی پتہ لگتا ہے تو وہی شخص جس کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے وہ آتی ہے۔ خدا تعالےٰ کے سامنے گڑگڑاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اللہ اگر یہ لوگ مر گئے تو تجھ پر ایمان کون لائے گا پس مومن کو عام لوگوں کے لئے بد دعا نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ انہی کے بچانے کے لئے کھڑا ہوتا ہے اگر وہ ان کے لئے بد دعا کرے گا تو وہ بچائے گا کس کو

احمدیت قائم ہی اسی لئے ہوئی ہے

کہ وہ اسلام کو بچائے۔ احمدیت قائم ہی اس لئے ہوئی ہے کہ وہ مسلمانوں کو بچائے اور ان کی عظمت ان کو واپس دلائے۔ بنو عباس اور بنو امیہ کے زمانہ میں مسلمانوں کو جو شوکت اور عظمت حاصل تھی۔ آج وہی شوکت اور عظمت احمدیت مسلمانوں کو دینا چاہتی ہے۔ بلکہ ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتی ہے کہ بنو عباس اور بنو امیہ کی خرابیاں ان میں نہ آئیں۔ پس جن لوگوں کو اعلےٰ مقامات پر پہنچانے کے لئے ہمیں کھڑا کیا گیا ہے۔ ان کے لئے ہم بد دعا کیسے کر سکتے ہیں۔ آخر تم سے زیادہ خدا تعالےٰ کو غیرت ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے اپنے الہام میں فرمایا ہے کہ:

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار
کآخر کنند دعوئے حبِّ پیمبرم

اس میں خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کو مخاطب کرتے ہوئے آپ کے منہ سے کہلاتا ہے اے میرے دل تو ان لوگوں کے خیالات و جذبات

اور احساسات کا خیال رکھ۔ تا ان کے دل میلے نہ ہوں۔ یہ نہ ہو کہ تو تنگ آ کر دعا کرنے لگ جائے تا آخر ان کو تیرے رسول سے محبت ہے۔ اور وہ اسی محبت کی وجہ سے جو انہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے تجھے گالیاں دیتے ہیں

یہی اصل چیز ہے

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں میں سے ایک حصہ تو صاحب مخالفت کر رہا ہے لیکن ایک حصہ محض ان کے جال میں پھنس گیا ہے اس لئے وہ ہماری مخالفت کرتا ہے۔ گویا ان کی مخالفت ہمارے آقا کی محبت کی وجہ سے ہے جب ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے ہیں تو وہ کہیں گے کہ یہ لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کرنے

والے ہیں۔

پس ان کی مدد کرو۔ یہ دن ضرور آئے گا۔ یہ غلط فہمیاں کب تک جائیں گی۔ ایک انگریز مصنف نے لکھا ہے کہ تم ساری دنیا کو

چند دن کے لئے دھوکہ

دے سکتے ہو۔ تم کچھ لوگوں کو ہمیشہ کے لئے دھوکہ دے سکتے ہو۔ لیکن تم ساری دنیا کو ہمیشہ کے لئے دھوکہ نہیں دے سکتے یعنی یہ ممکن ہے کہ سو فیصدی لوگ چند دن کے لئے گمراہ ہو جائیں یا دس آدمی ہمیشہ کے لئے گمراہ ہو جائیں۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ساری دنیا ہمیشہ کے لئے گمراہ ہو جائے حقیقت یہ ہے کہ سچائی آہستہ آہستہ کھل جاتی ہے۔ آخر تم کہاں سے آئے ہو۔ پیدائشی احمدیوں کو جانے دو۔ باقی وہی ہیں جو احمدیوں کو گالیاں دیتے تھے مجھے کئی لوگ ایسے ملتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم آپ کو قتل کرنے آئے تھے۔ پھر ایمان لے آئے آخر انہی لوگوں میں سے تم آئے ہو۔ یہ تغیر خدا تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ جس خدا نے تمہارے اندر یہ تغیر پیدا کیا ہے اسے طاقت حاصل ہے کہ ان لوگوں کے اندر بھی تغیر پیدا کر دے۔ پس

خدا تعالےٰ کی طرف توجہ

کرو اور آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ تم اپنے نفسوں پر توکل نہ کرو۔ تمہارا توکل محض خدا تعالےٰ پر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ انسان بے وفا ہوتا ہے انسان ڈرپوک ہوتا ہے۔ اور وہ بسا اوقات ڈر کے مارے سچائی کو چھوڑ دیتا ہے۔

پس تم خدا تعالےٰ کے سامنے آجاؤ اسے طاقت بھی حاصل ہے اور وہ بے وفا بھی نہیں۔ وہ جب دیکھتا ہے کہ اس

اسلام میں اجتماعیت کا تصوّر

از مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

(قسط سوم)

نماز کو اسلام کا ستون اعظم اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ اسلامی اجتماعیت کا حقیقی رنگ پیدا کرنے کے لئے اور مسلمانوں کو نظم و ضبط کی مضبوط کڑی میں پرو دینے کے لئے ایک عظیم الشان عمل مظاہرہ ہے تبدیلہ ہو کر کھڑے ہو کر قطار اندر قطار شانہ بشانہ جب پرستارانِ توحید نظم و ضبط۔ سادگی ایثار اور اطاعتِ امام کا بے نظیر مظاہرہ کر رہے ہوں۔ تو بصیرت رکھنے والی وہ کونسی آنکھ ہے جس میں یہ نظارہ کھب نہ جائے۔ اور وہ کونسا حساس دل ہے جس میں یہ منظر دل افروز بیٹھ نہ جائے

؎
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اپنی مرضی کو خدا تعالےٰ کی مرضی کے تابع کرتے ہوئے اپنے دل کی روح اور اپنی روح کے دل کو درِ توحید پر سجدہ ریز کرتے ہوئے جب ایک ہی آواز پر پیشانیاں جھکتی اور اٹھتی ہوں۔ جب جسموں۔ دلوں۔ اعضا اور حرکات و سکنات میں بے نظیر یکسانیت پیدا ہو رہی ہو تو ذرہ درجہ اجتماعیت میں کتنی بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔

مذاہب عالم میں سے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اپنے پیروؤں کو دن رات میں کم از کم پانچ مرتبہ محلہ واری مساجد میں جمع ہو کر عبادت بجا لانا فرض قرار دیا ہے۔ اس طرح جہاں مسلمانوں کو باہمی ربط و نظم کی ٹریننگ دی گئی ہے وہاں اس سے یہ بھی مقصود ہے کہ مسلمان مساجد میں جمع ہو کر مشترکہ اور جماعتی مفادات کے بارہ میں مل کر غور کریں اور جماعتی طور پر انہیں جو مسائل درپیش ہوں ان کا حل تلاش کریں اور اسلام کی ترقی اور سربلندی کے لئے نئے نئے راستوں کی کھوج میں لگے رہیں۔

علاوہ ازیں پانچوں وقت مساجد میں جمع ہونے کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ مسلمان ایک دوسرے سے محبت و اخوت کے

طریق پر عمل پیرا ہوں۔ اگر بیمار ہے مسلمان جو بیمار ہو اسلام ان سے تعاون کرتا ہے۔ اس پر عمل پیرا ہوں تو اگر کوئی شخص کسی وقت کسی مجبوری یا بیماری کے باعث مسجد میں حاضر نہ ہوگا تو محلہ کے تمام لوگ اس سے خبر موجود پا کر خود علم ہو جائے گا کہ فلاں شخص اتنے وقتوں سے مسجد میں نہیں آیا۔ اور جب یہ معلوم ہوگا کہ وہ بیمار ہے تو طبعاً اس محبت و مودت کے نتیجہ میں جو اسلام ان اجتماعات کے ذریعہ سے مسلمانوں کے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے سب اہل محلہ اس کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے جائیں گے۔ اور اس طرح نہ صرف اس بیمار کے اندر بھی اور تیمار داروں کے اندر بھی یہ احساس اور یقین پیدا ہو جائے گا کہ ان میں سے کوئی بھی فرد اکیلا نہیں ہے اور یہ کہ وہ ایک ایسے ہمدرد معاشرے کے اجزاء ہیں جس کے اندر باہمی ہمدردی کے جذبات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیمار کی عیادت کے لئے جو تاکید فرمائی ہے اور اسے نیکی اور ثواب کا کام قرار دیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس طریق سے مسلمانوں کے اندر باہمی اعتماد پیدا ہوتا ہے۔

پھر چونکہ قصبوں اور شہروں میں ہر محلہ میں الگ الگ مساجد ہوتی ہے۔ اور نمازوں کے اوقات میں ایک محلے کے لوگوں کا دوسرے محلے کے لوگوں سے ملنا جلنا بہت شاذ ہوتا ہے اس لئے ہفتہ میں ایک بار جمعہ کی نماز رکھ دی گئی تاکہ کئی کئی محلوں کے لوگ ایک جگہ جمع ہو کر عبادت بجا لائیں۔ اور مؤانست اور قربت کے تعلقات قائم کریں۔ علاوہ ازیں عام نمازوں میں تو وہ اپنے محلہ داری معاملات پر مل کر غور کیا کرتے تھے اب کئی کئی محلوں کے لوگ مل کر اپنے مشترکہ مسائل و مفادات پر غور کریں۔ اور باہم متعارف ہو کر اس بُعد مکانی کو دور کریں جو دور کے فاصلوں نے ان کے درمیان حائل کر رکھا تھا۔ جمعہ کے اجتماعات میں چونکہ خطیب حالاتِ حاضرہ اور تربیتی امور کے بارہ میں خطبہ دے گا جس کے ذریعہ سے ایک مشترکہ معاشرہ کی اصلاح مقصود ہوگی۔ اس لئے لازماً اس کا فائدہ ان تمام لوگوں کو پہنچے گا جو اس اجتماع سے استفادہ کرنے کے لئے بیٹھیں گے اسی لئے قرآن کریم میں بڑی تاکید کے ساتھ یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب تم جمعہ کی

کے بندوں کی خاطر جو مخالفت ہو رہی ہے تو اس کی غیرت بھڑک اٹھتی ہے اور جب مخالف کہتا ہے کہ ہم نے اپنے حریف کو مار دیا۔ تو وہ مرے ہوئے انسان میں

نئی طاقت اور نئی زندگی

پیدا کر دیتا ہے اور وہ آدم کی طرح تمام دنیا پر چھا جاتا ہے ⁂

وان سن لوٹو فاسعوا الیٰ ذکر اللہ و ذروا البیع اپنے تمام کام چھوڑ کر ایک سعی اور انہماک کے ساتھ ذکر الٰہی کے لئے روانہ ہو جاؤ۔

نماز کے اندر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اتنا ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہو سکتی۔ جیسے کہ فرمایا لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ اور آپ دیکھ لیجئے سورہ فاتحہ کے اندر جتنی بھی دعائیں سکھائی گئی ہیں۔ ان میں جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ گویا یہاں بھی اسی روح اجتماعیت کو قائم رکھا گیا ہے۔ تاکہ نماز میں کھڑے ہو کر بھی مسلمانوں کے دلوں میں یہ تاثر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے کہ وہ ایک جماعت ہیں۔ آج خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم بڑے یقین اور وثوق اور عملی تجربہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ان تمام احکام سے حقیقی فائدہ صرف جماعت احمدیہ ہی اٹھا رہی ہے۔ جو نہ صرف اجتماعیت کی اس روح کو سمجھتی ہے۔ بلکہ اس پر عمل کر رہی ہے۔ اور اس کے افراد علاوہ ازیں ان احکام کا مفہوم ذہن نشین کر کے ان پر عمل پیرا ہیں۔ اور اطاعت امام و نظام کا وہ نمونہ اس جماعت نے دنیا کے سامنے پیش کر رکھا ہے کہ تاریخ اسلام کے اوراق پورے چودہ سو سال کے بعد پھر اسی قسم کے ایمان افروز واقعات سے مزین ہو رہے ہیں۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ظہور میں آئے۔ اسلام کے لئے درد اور اشاعت اسلام کے لئے دلی تڑپ اور ولولہ کا جو مظاہرہ جماعت احمدیہ نے کیا ہے وہ موجودہ زمانہ میں کہیں اور نظر نہیں آتا۔

اسلام قنوطیت کا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ رجائیت کا مذہب ہے اور مسلمانوں کے اندر یاسیت اور قنوطیت ہرگز نہیں دیکھنا چاہتا۔ بلکہ اس سے سختی سے منع کرتا ہے اور خوف ولاتے ہوئے منع کرتا ہے۔ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون کہ تم مایوسی کے لئے پیدا نہیں کئے گئے کیونکہ یہ شیوہ تو منکرین اسلام کا ہے۔ اسلام تمہارے لئے امیدوں، امنگوں اور ولولوں کی آماجگاہ ہے۔ امید دعوت عمل دیتی ہے۔ اور یاسیت ترک عمل کے لئے فنا کا پیغام لاتی ہے۔ امید قوت عمل اور قوت ارادی میں تحریک اور حرارت پیدا کرتی ہے اور نا امیدی قاطع عمل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کے تہوار بھی خوشیوں اور امیدوں کے تہوار ہیں جو مسرتوں کے پیغامبر ہوتے ہیں۔ عید کا لفظ ہی صوتی اور تصوراتی طور پر ذہن میں مسرت کی ایک لہر اور امنگ سا پیدا کر دیتا ہے۔ اور عیدین کے استقبال کے لئے اہل اسلام سراپا انتظار بنے رہتے ہیں۔ لیکن یہ تہوار بھی اسی شان اجتماعیت سے منائے جاتے ہیں۔ جو دوسری تمام عبادات اسلامی میں مرکوز ہے۔ پھر عیدین کی خوشیوں کو اسلام نے لہو لعب کے ساتھ ہرگز نہیں ملایا بلکہ یہ حکم دیا ہے کہ تم جس طرح دوسری نمازوں اور جمعوں کے اوقات میں محلہ وار یا بستی وار جمع ہو کر رب العالمین کے حضور سربسجود ہوتے ہو اسی طرح اس سے بڑے پیمانے پر جمع ہونے کے تو اب تم بڑے پیمانے پر کسی مقام پر جمع ہو کر اس رنگ میں خوشیاں مناؤ کہ تمہاری خوشیوں میں یکجہتی پیدا ہو جائے۔

پھر جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے اسلام کے تہوار صرف خوشیوں اور مسرتوں کے ہیں کسی بھی تہوار میں ماتم یا مایوسی کا کوئی دخل نہیں ہے اس لئے کہ اسلام کا پیغام ہی امید و رجا ہے۔ یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ اہل تشیع حضرات جو محرم کے مہینہ میں ماتم حسینؓ مناتے ہیں۔ ہم اس کے ہرگز قائل نہیں ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اسلام اس کا قائل نہیں ہے۔ اتنی سی بات تو یقینی اور درست ہے کہ سیدنا حضرت حسینؓ ایک بہت بڑے ظلم کا شکار ہوئے۔ لیکن صرف اس ظلم کو یاد کر کے ہی سینہ کوبی کیوں کی جائے۔ کیوں نہ آپؓ کے اس کارنامہ کو یاد کیا جائے اور اس کی تقلید کی جائے جو آپ نے باطل کے مقابل پر حق کی تائید میں انجام دیا۔ پھر یہ بھی ایک عجیب نکتہ ہے کہ اسلامی تہوار جو مسرتوں کے پیغامبر ہوتے ہیں۔ وہ بھی عبادات ہی کی تکمیل کے لئے منائے جاتے ہیں۔ گویا اسلامی عبادات بھی اجتماعیت کا ایک نشان اور سبق تھیں۔ اور ان عبادات کی تکمیل میں جو خوشیاں منائی جاتی ہیں وہ بھی اجتماعیت کا نشان ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحی کا ذکر اگلی سطور میں اپنے اپنے مقام پر آئے گا۔ انشاء اللہ۔

نماز کی ادائی کے لئے ایک سمت یعنی قبلہ کا مقرر کر دیا جانا بھی اپنے اندر وہی حکمت رکھتا ہے جو نماز کے دوسرے ارکان میں مضمر ہے۔ یعنی دنیا بھر کے نمازی چاہے وہ مشرق میں بستے ہوں یا مغرب میں جنوب کے رہنے والے ہوں یا شمال کے ایک ہی سمت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اور اس سے عالم اسلام کو یہ بتلانا مقصود تھا کہ تم جب تک دنیا کے مختلف ممالک، آبادیوں اور بستیوں میں آباد ہو گئے لیکن قبلہ اور کعبۃ اللہ تمہاری یکجہتی اور ایک نظری کا ایک نشان ہوگا اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا یہ مطلب ہوگا کہ تم سب ایک رنگ اور ہم آہنگ ہو۔ اور تمہاری سمت یعنی منزل مقصود ایک ہی ہے یعنی اللہ تعالےٰ کی ذات۔

اسلام کی ساری عبادات کا مغز توحید ہے جو اہل اسلام کو ایک ہی نقطے پر جمع کرتی ہے۔ اور وہ نقطۂ مرکزی خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ دنیا کے باقی تمام مذاہب بت پرستی۔ انسان پرستی۔ شخصیت پرستی۔ جمادات پرستی اور نباتات پرستی میں مبتلا ہیں۔ وہ جادۂ توحید سے اتنے دور جا پڑے ہیں کہ ان کا واپس آنا اب ممکن ہی نہیں۔ وہ ہر اس چیز کی پرستش کو جائز قرار دیتے ہیں جو انہیں مافوق البشر نظر آتی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جہاں کہیں کسی زبردست اور بلند و بالا چیز کو دیکھتے ہیں۔ اس کی پرستش شروع کر دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ان میں سے ہر شخص کا معیار مختلف ہے۔ کوئی پتھر کے بتوں کے سامنے جھک جاتا ہے کوئی برگد کے درخت کے آگے۔ اور کوئی سورج کی آفاقی تابانیوں سے مرعوب ہو کر اپنا سر نیاز اس کے سامنے خم کر دیتا ہے۔ گویا ان سب کی سمتیں مختلف ہو گئی ہیں لیکن اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اپنے پیروؤں کو صرف ایک سمت بتائی ہے۔ اور وہ بھی محض اس لئے کہ ان کے اندر یکجہتی قائم رہے اور ان کی سمتیں مختلف نہ ہونے پائیں۔ ورنہ اللہ تعالےٰ کی ذات ہر جگہ موجود تھی۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ اور ہر مقام پر ہی اللہ تعالےٰ کا تصور باندھا جا سکتا تھا۔ لیکن چونکہ اس طریق سے وہ مقصد عظیم حاصل نہ ہو سکتا تھا جو اسلامی اجتماعیت کا تقاضا تھا۔ اور یہ خدشہ تھا کہ مسلمان متفرق سمتیں اختیار کر لیں گے۔ لہٰذا ان کے لئے ایک ہی سمت مقرر کر دی گئی۔ اور اسے نماز کا ایک رکن قرار دے دیا گیا تاکہ یکجہتی قائم رہے۔

غرض اس اسلامی عبادت ــــ نماز ــــ کے تمام تر ارکان و احکام مستلزم رہے ہیں۔ کہ ان کی منزل اور مقصود حقیقی تو ہی وصال اور قرب الٰہی ہے۔ لیکن جادۂ منزل اجتماعیت ہے۔

لیکن تعجب اور وائے افسوس کہ وہ مسلمان جسے دن میں پانچ مرتبہ اطاعت امام اور اطاعت نظام کا سبق سکھلایا گیا تھا۔ اور جسے یہ ٹریننگ دی گئی تھی کہ تمہاری اجتماعی حیثیت تبھی برقرار رہ سکتی ہے کہ تم ایک امام کی اطاعت میں اپنی گردنیں خم کر دو۔ اور اس کے احکام اور ارشادات Cautions سے سرمو انحراف نہ کرو وہ اس نکتہ کو بھول گیا۔ اور تشتت و افتراق کا ایسا شکار ہوا کہ اس نے اپنے ہاتھوں اپنے شیرازہ کو منتشر کر دیا۔ اور اجتماعیت کا وہ محور جس کے گرد اسے اپنے تمام افکار و خیالات کے ساتھ گھومتے رہنے کا حکم دیا گیا تھا اس سے دور جا پڑا اور محض رسوم کا پابند ہو کر رہ گیا۔ علامہ اقبال نے اسی کا ماتم کرتے ہوئے یہ بین کئے ہیں ؎

تیری نماز بے سرور تیرا امام بے حضور
ایسی نماز سے گذر ایسے امام سے گذر

غرض اسلام کا یہ رکن اعظم جہاں مسلمانوں کے اندر ربط و نظم اور اتحاد و اجتماعیت کا درس روزانہ پانچ وقت دینے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ اور جہاں اس عبادت کے اندر نظری اور معنوی بلندیاں پیش نظر ہیں اس کے اندر یہ سبق بھی دیا گیا ہے کہ تم اس وقت تک جماعت کہلا ہی نہیں سکتے جب تک تم ایک امام کی متابعت میں کھڑے نہ ہو جاؤ۔ تم چاہے دس ہو یا سو یا ایک ہزار بلکہ لاکھوں کروڑوں ہو تمہاری شیرازہ بندی کے لئے ایک امام کی ضرورت ہے جو تمہاری رہنمائی کرے اور جس کے احکام کی تم پیروی کرو ورنہ اگر تم نے اپنی اپنی نماز کی الگ نیت باندھ لی تو کوئی تم میں سے قیام میں ہوگا کوئی قعدہ میں کوئی رکوع میں اور کوئی سجدہ میں۔ اور تم لاکھ کوشش کرو تم اپنے اندر مطابقت اور یک رنگی پیدا نہ کر سکو گے۔ نظم و اتحاد کی ضمانت صرف امام ہی دے سکتا ہے۔ اور امام بھی ایسا جس کا ہر حکم تمہارے لئے واجب التعمیل ہو۔ اور جس کی اقتداء میں تم اس طرح کھڑے ہو جاؤ کہ تمہاری تمام حرکات و سکنات اس کے تابع ہو جائیں۔ تم اس وقت تک رکوع میں نہ جاؤ جب تک اس کی آواز نہ سن لو اور اس وقت تک تم سجدے سے سر نہ اٹھاؤ جب تک وہ سجدے میں پڑا رہے۔

درس توحید کے ساتھ یہی وہ درس وحدت تھا جسے اہل اسلام نے فراموش کر دیا۔ اور ان کی صفوں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ مصر اگر قیام میں کھڑا ہے تو شام رکوع میں ہے۔ انڈونیشیا اگر سجدہ میں ہے تو ملائیشیا قعدہ میں ہے۔ ایران اگر تشہد میں ہے تو عراق سلام پھیر چکا ہے۔ ان سب کا انداز فکر جدا ہے۔ ان سب کا زاویہ نظر ایک دوسرے سے مختلف ہے اور یوں محسوس ہو رہا ہے کہ ان میں سے ہر ملک نے اپنی مسجد ضرار تعمیر کر لی ہے۔ اور تشتت و افتراق کے تیز و تند طوفانوں نے ان کے نظم و اتحاد کے نشانات کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ انتشار اور بدحمتی کا یہ منظر بے حد دردناک ہے۔ اور اس نصب العین حیات کے قطعی منافی ہے جو اسلام مسلمانوں کے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تاریخ اسلام کے وہ زریں اوراق آج بھی ہمارے سامنے ہیں جب صدر اول میں مسلمانوں نے ان تعلیمات کو اپنے رگ و ریشہ میں بسا لیا تھا۔ ان میں سے ہر شخص ایک مجسم تھا۔ منظم اور بے چین ــــ

ـــ اور ان کا اجتماع ـــ ؟ یہ تمام تاریخ اسلام کے ابنی اور ت سے پوچھئے اور پھر اہل اسلام کی موجودہ متفرق و منتشر اور دردناک کیفیت کو دیکھ کر دعا کیجئے کہ سہ

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے واضح احکام بیان فرمانے اور ان کی عملی تعلیم دینے کے علاوہ جماعتی اتحاد و تنظیم کو قائم کرنے کے لئے بہت سے ارشادات فرمائے ہیں اور مختلف طریقوں سے اپنی اُمت کو یہ ذہن نشین کروایا ہے کہ مسلم علمی اور وجود عملی کا سارا دارومدار اجتماعیت پر ہے۔ حضور صلعم فرماتے ہیں ید اللہ علی الجماعۃ (ترمذی) یعنی اللہ تعالے کا ہاتھ جماعت ہی پر ہوتا ہے مومنین کا وجود جب اپنے آپ کو جماعت میں منسلک کر لیتا ہے۔ اور اپنے امام کی اطاعت دل و جان سے کرتا ہے وہ اپنے لئے یہ استحقاق پیدا کر لیتا ہے کہ اللہ تعالے کے فضلوں کو جذب کرے اور اللہ تعالے اپنی نصرت کا ہاتھ اس کے سر پر رکھے۔ اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ جس کے سر پر اللہ تعالے کا ہاتھ ہو وہ دنیا و ما فیہا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور "خدا داری چہ غم داری" کے بموجب دنیا کے ہم و غم اس کے قریب جاتے ہوئے خود خوف کھاتے ہیں۔ لیکن شرط یہی ہے وہ "الجماعۃ" ہو۔

اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا خرج ثلٰثۃ فی سفر فلیؤمروا احدھم سفر بالکل ایک عارضی چیز ہے جو چند گھنٹوں یا چند دنوں کا بھی ہو سکتا ہے اور بظاہر اس کی کوئی ضرورت نظر نہیں آتی کہ سفر پر تین آدمی روانہ ہوں تو ان میں سے ایک کو سربراہ بنا دیا جائے۔ لیکن حضور صلعم فرماتے ہیں کہ جب تم تین آدمی سفر پر نکلو تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لو۔ یہ بڑی لطیف چیز ہے۔ اس میں آنحضرت صلعم نے یہ سبق دیا ہے کہ تمہاری انفرادیت بالکل بے معنی چیز ہے تم اسے اجتماعیت پر قربان کر دو۔ اور تمہاری زندگی کا کوئی لمحہ بھی ایسا نہ گذرے کہ تم اجتماعیت کی رسی سے آزاد رہو۔ سفر ہو یا حضر تم ایک نظم و ضبط کے ماتحت رہو۔ ربط و اتحاد تمہاری زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہو۔ اور یاد رکھو کہ وہ جماعت، جماعت نہیں کہلا سکتی جس کا کوئی امیر نہ ہو۔ اور جماعت تمہارے لئے ضروری ہے۔ اس لئے امیر کی ضرورت مسلّم۔

(باقی آئندہ)

کامیابی و درخواست دعا

الحمد للہ کہ عزیزم سید رشید احمد اڑیسہ سکنڈری سکول کے آخری امتحان میں احباب کی دعاؤں سے کامیاب ہو گیا، دعا گو احباب کا میں بہت ہی ممنون ہوں۔ عزیز کی آئندہ ترقیات کیلئے بھی احباب دعا کرتے رہیں۔ بفضلہ تعالیٰ ۲

(دوسری قسط)

مسئلہ تثلیث ـــ موجودہ مسیحیت کی رگِ حیات

(از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن ـ بمبئی)

مقام مثیلِ مسیح موعودؑ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "مقامات سلوک" میں ایک مقام "مثیل مسیح موعود" کا بھی ہے۔ اس کے بعد "مسیح موعود" کا مقام آتا ہے۔ جناب یسوع مسیح سلسلہ موسوی کے "مسیح موعود" تھے۔ اس لئے آپ بھی مقام مسیحیت پر فائز ہونے سے پہلے "مثیل مسیح موعود" کے مقام پر پہنچے ہونگے۔ ممکن ہے کہ جس وقت "مقدس پطرس" نے آپ کو خدا کا مسیح کہا۔ وہ وہی وقت ہو۔ اسی لئے آپ نے نہ تو انکار کیا نہ اس کی عام اشاعت کی اجازت دی۔

جنابِ یسوع کا دعویٰ مسیحیت لیکن بعد کی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت جلد "منصب مسیحیت" پر فائز ہو گئے۔ متی کی شہادت یہ ہے کہ جب سردار کاہن نے زندہ خدا کی قسم دے کر ان سے یہ کہا کہ

"اگر تو خدا کا بیٹا "مسیح" ہے تو ہم سے کہہ دے یسوع نے اس سے کہا کہ تو نے خود کہہ دیا!"

(متی $\frac{26}{63-65}$)

لیکن اس سے واضح شہادت یوحنا کی ہے۔ ایک مرتبہ ہیکل کے سلیمانی برآمدے کے اندر یہودیوں نے جناب یسوع سے کہا کہ

"تو کب تک ہمارے دل کو ڈانوا ڈول رکھے گا۔ اگر تو مسیح ہے تو ہم سے صاف کہدے۔ یسوع نے جواب دیا کہ میں نے تو تم سے کہہ دیا۔ مگر تم یقین نہیں کرتے!"

(یوحنا $\frac{10}{22-25}$)

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ متی اور یوحنا نے اس جواب سے کیا سمجھا۔ ایسے موقعہ پر جیسے واضح الفاظ میں جواب دینا چاہیئے تھا۔ وہ وضاحت یہاں موجود نہیں ہے۔ البتہ "مرقس" نے جناب مسیح کا جواب "ہاں میں ہوں" کے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ جس سے دعویٰ مسیحیت غیر مبہم ہو جاتا ہے۔ مگر مرقس کی شہادت کوئی مستقل شہادت نہیں چونکہ مرقس اور لوقا کی انجیلوں کا مضمون انجیل متی سے ماخوذ ہے۔

البتہ یوحنا کی دوسری شہادت بالکل واضح ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک مرتبہ جناب یسوع نے حیات جاودانی کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ

"ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں!"

(یوحنا $\frac{17}{3}$)

جنابِ مسیح کا سکوت لیکن اتنی سی کھٹک پھر بھی رہ جاتی ہے کہ کئی ایسے موقعے جب جناب یسوع کو دعوے مسیحیت کے کئی مواقع ملے۔ مگر آپ نے ان موقعوں پر سکوت اختیار کر لیا۔ اور دعوئے مسیحیت پیش کرنے سے گریز کیا۔ "ہیرودس" جو آپ کا بڑا مشتاق تھا ہیلاطوس نے جب آپ کو اس کے پاس بھیجا تو اس نے وفورِ شوق میں آپ سے بہت سوالات کئے۔ مگر آپ نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا جس سے وہ بڑا متعجب ہوا۔ اور آپ کو ذلیل کر کے اپنے دربار سے نکال دیا۔

(لوقا $\frac{23}{9}$)

اس کے علاوہ نئے عہد نامے کی متعدد شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب یسوع مسیح اپنے کو مسیح کہنے کی بجائے اکثر "ابن آدم" اور "ابن اللہ" کہا کرتے تھے۔ اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ جناب یسوع مسیح کی مسیحیت پر حواریوں کا جیسا ایمان ہونا چاہیئے تھا نہیں تھا۔ اور اگر وہ انہیں مسیح یقین کرتے تھے تو یہ ایک "راز سینہ" تھا۔ جسے زبان تک لانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس صورت میں ان کے سامنے اور کیا چارہ کار تھا کہ وہ جناب مسیح کو ابن اللہ کہتے۔ چونکہ اس اصطلاح کے استعمال میں کوئی قید و بند نہیں تھی۔

میں یہ باتیں ابن اللہ کی تفسیر میں لکھ رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس اصطلاح کے معنے میں ابہام پایا جاتا ہے۔ لہٰذا حواریوں نے آپ کی مجمل زندگی اور مبہم الفاظ دیکھ کر احتیاطاً آپ کو "ابن اللہ" ہی کے خانے میں رکھا۔ جو اسلامی اصطلاح میں "اہل اللہ" کے مترادف ہے۔

جنابِ مسیح کو نبوت کہاں ملی؟ لیکن اب اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جناب مسیح کو یروشلم میں نبوت نہیں ملی تھی؟ اور کیا وہ دعویٰ نبوت سے پہلے ہی تختۂ صلیب پر چڑھا دیئے گئے تھے؟ تو جناب مسیح کے سیرت نویسوں کا یہ کہنا کہ واقعہ صلیب کے وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی یہ بھی عمر نبوت نہیں۔ بلکہ عمر دعوت ہو سکتی ہے۔ پھر تختۂ صلیب پر ان کی زبان سے "ایلی ایلی لما سبقتنی" کا نکلنا۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ابھی تک ان پر خدا کی تجلیات پوری طرح ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔ اور وہ ... کے مدارج ... تھے۔ ورنہ ایک نبی کی شان سے بعید ہے۔ وہ خدا کی جناب ... ہما ایسی بدگمانی کرے۔

عمرِ مسیحؑ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ جناب مسیح نے ایک سو بیس سال کی زندگی پائی۔ ۳۳ سال تو آپ کے بیت لحم، بعر ناصرہ، گلیل اور یہودیہ یروشلم میں گزرے۔ باقی زندگی آپ نے بلاد افغانستان و کشمیر میں گذاری۔ اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرآن کریم میں آپ کے جو مقامات و مناصب بیان کئے گئے ہیں ان کا تعلق محض فلسطینی زندگی سے ہے۔ اور زندگی کے دوسرے مرحلہ میں آپ کو اور کوئی انعام نہیں ملا۔

فلسطینی زندگی کا جال فلسطینی زندگی تو غربت، شکست اور ناکامی کی زندگی تھی۔ اگر جناب مسیح کی زندگی اتنی ہی تھی۔ پھر تو وہ حسرت و ناکامی کا ایک مرقع تھا۔ اور ذلت و مغلوبی کی ایک تصویر۔ حالانکہ قرآن کریم ان کو دونوں جہانوں میں وجیہ و باعزت قرار دیتا ہے۔ اور ایک ایسے سطح مرتفع کا مالک ظاہر کرتا ہے۔ جو آبادکاری کے لائق نہروں اور چشموں والا علاقہ ہے۔

پھر سورۂ مریم کی آیت "وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا اینما کنت" سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مبارک ایام کا آغاز دورِ نبوت کے ساتھ ہی شروع ہونے والا تھا۔ یوں تو اجر و ثواب کے اعتبار سے آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ نا مبارک نہیں۔ لیکن ہم یہ ضرور کہیں گے کہ یروشلم کی زندگی آپ کے لئے غیر مبارک ثابت ہوئی۔ یہیں آپ کو تختۂ صلیب پر لٹکایا گیا۔ اور یہیں آپ کے بعض نام لیواؤں نے آپ کی تعلیم کو کیا سے کیا بنا ڈالا۔ توحید کی جگہ تثلیث اور مسیحیت کی جگہ الوہیت نے لے لی۔ یقیناً یروشلم کے فرزندوں نے آپ کے ساتھ بڑا نامبارک سلوک کیا۔

ہجرت کے بعد کی زندگی لیکن زندگی کا دوسرا دَور جس کی آپ کو گلیل اور یروشلم میں بھی تڑپ رہتی تھی۔ واقعی مبارک ثابت ہوئی۔ آپ جب بنی اسرائیل کے ان قبائل میں آئے تو صرف آپ کی ہتھیلیوں کا نہیں بلکہ دل کا زخم بھی مندمل ہو گیا۔ قبولیت، عزت اور اپنی زندگی کی مسرت آپ کے استقبال کو دوڑی آئی۔ آپ ... کتاب و الحکمہ کے ماتحت یہیں کتاب و حکمت کی تعلیم کے لئے درسگاہیں قائم کیں۔ یہیں لزوم کو تورات و انجیل کے

معارف سے آگاہ کیا۔ ورنہ فلسطین کے راویوں نے جو باتیں ہم تک پہنچائی ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ تورات کے خلاف غیظ و غضب کا اظہار۔ کرامات کی چند باتیں اور اسیر ہونے کے کچھ حالات۔ اسی پر جناب مسیح کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

ٹیکسلا یونیورسٹی میں جب آپ کی شان میں خدا کا قول یعلمہ الکتاب والحکمۃ پڑھتا ہوں تو میرا ذہن فوراً ہند قدیم کی ایک مشہور عالم یونیورسٹی کی طرف چلا جاتا ہے۔ آپ کے ورود ہند کے بعد ہم آثار قدیمہ اور تاریخ کے گمگشتہ اوراق کی تلاش کر کے یہ محسوس کرتے ہیں کہ انہیں دنوں شمالی ہند میں بڑی بڑی درسگاہیں قائم کرنے کی جو مہم چلائی گئی۔ اس میں آپ کی کوششوں کا ضرور کچھ دخل تھا۔ یعنی یعلمہ الکتاب والحکمۃ والی پیشگوئی بھی سرزمین ہند و پاک میں ہی پوری ہوئی۔

گوتم بدھ کے دتار یہ عجیب توارد ہے کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد ہی اس علاقہ کا ایک دارالعلوم تمام ایشیا کے علوم و حکمت کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔ جہاں اور زبانوں کے ساتھ یونانی زبان بھی پڑھائی جاتی تھی۔ یعنی دارالعلوم ٹیکسلا جو آپ کے دارالہجرت سے قریب پنجاب کے اس علاقے میں تھا جس کو پرانے جغرافیہ میں "کشمیر زیریں" کہتے تھے جیسا کہ یہ یونیورسٹی آپ ہی کے ورود مسعود کی برکت ہو۔ اس یونیورسٹی کے سرپرستوں میں جتنے راجوں کے نام آتے ہیں۔ وہ سب "بودھ مت" کے پیروکار تھے۔ اور بودھ مت وہ مت ہے جس میں آپ کو مہاتما گوتم بودھ" کا اوتار کہا گیا ہے۔

راجہ کنشک ان راجوں میں دو راجے تو آپ کے ہمعصر تھے۔ تیسرا راجہ جو اس قبیلہ کا سب سے بڑا راجہ تھا۔ یعنی راجہ کنشک" اس کا سن جلوس سنہ ۷۸ء ہے۔ یعنی آپ کی وفات کے ۳۳ سال بعد۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ٹیکسلا یونیورسٹی سارے ایشیا کی یونیورسٹی بن جاتی ہے۔ اور یہاں اور زبانوں کے ساتھ یونانی زبان بھی پڑھائی جاتی ہے۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ یونانی زبان کا مسیحیت سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ حتی کہ آج بھی نئے عہد نامے کا اصل ماخذ یونانی نسخہ ہی سمجھا جاتا ہے

جناب مسیح کی آمد سے پہلے "ٹیکسلا شہر" بڑے بڑے راجوں یا ان کے نائبوں کا پایہ تخت تھا۔ سکندر یونانی نے بھی اسی کو اپنے نائب کی راجدھانی بنایا تھا۔ مگر آپ کی آمد سے پہلے یہ ایک دارالعلوم کے طور پر مشہور نہیں تھا۔ ... کشان قبائل کے بعد جب اس علاقہ میں ... موسم کا بول بالا ہوا۔ ... تو یہ یونیورسٹی ... گئی ہیں

پڑ جاتی ہے۔ اس زمانے میں ٹیکسلا۔ سارناتھ۔ اور نالندہ" جیسی یونیورسٹیوں کا مقام ہندوانہ مذاق کے بالکل برخلاف تھا۔ اس لئے ہند و سندھ میں یہ تمام درسگاہیں ویران ہو گئیں۔

پہلی صدی مسیح جو "بدھ مت" کی نشاۃ ثانیہ کا زمانہ کہلاتا ہے۔ اسی صدی میں آپ کا ہندوستان آنا بدھ مت والوں میں مہاتما گوتم بودھ کے اوتار کے طور پر مقبول ہونا۔ اور اس کے بعد ہی ٹیکسلا جیسے بین الاقوامی شہر میں ایک عالمگیر یونیورسٹی کا قائم ہونا کیا تاریخ کے بعض ٹوٹے ہوئے رابطوں کو جوڑنے میں ہماری مدد نہیں کرتے اور ہم یہ قیاس کرنے میں حق بجانب نہیں کہ ان تعمیری تغیرات میں آپ کی عظیم شخصیت کا بڑا دخل تھا؟

تاریخ ہند و پاک اس جگہ یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ آج تک مورخوں نے ہند و پاک کی جو تاریخ مرتب کی ہے۔ ان میں روحانی مصلحوں کے کارناموں کا کوئی خاص ذکر نہیں کیا گیا۔ مہاراجہ کرشن چندر جی۔ رام چندر جی۔ مہاتما گوتم بودھ اور مہابیر ان میں سے کسی کو تاریخ ہند میں کوئی نمایاں جگہ نہیں مل سکی۔ تاریخ کا موضوع ہمیشہ راجوں اور مہاراجوں کی شخصیتیں رہی ہیں۔ یا ان کے جنگی کارنامے۔ اور آج کل جو تاریخ نویسی کا ترقی یافتہ طریق مروج ہو رہا ہے۔ اس میں بھی روحانی اور مذہبی پہلوؤں کی بجائے سیاسی۔ اقتصادی اور انتظامی امور ہی زیر بحث آتے ہیں۔ اس لئے اگر ٹیکسلا یونیورسٹی کے ضمن میں بھی صرف "کشانی" راجوں ہی کا ذکر آیا ہے تو ہمیں تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جناب یسوع مسیح کے ذمہ کتاب حکمت کی تعلیم کا جو فریضہ سپرد کیا تھا اس سے بھی ہند و پاک ہی کی سرزمین میں عہدہ برآ ہوئے۔ یروشلم میں تو آپ کی کرامات اور تعلیمات دونوں ہی "سبت" اور "ہیکل" کی بے حرمتی سمجھی گئی۔ اور وہ طوفان مخالفت اٹھا کہ آپ اس پر قابو نہیں پا سکے۔

یہ زمانہ آپ کے دعوی مجددیت و "مسیحیت" کا زمانہ تھا۔

فلسطینی زندگی کے عادی رہ گئے فلسطینی زندگی کے چند عادی۔ جیسے فرستادہ الٰہی ہونے کا دعویٰ۔ دعوت حق اور مخالفوں کے حق میں ہلاکت کی پیشگوئیاں۔ تو ان باتوں سے بھی جناب یسوع مسیح کی نبوت ثابت نہیں ہوتی۔

ہمارے آقا نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ تحریریں بھی پڑھی ہیں جو دعویٰ نبوت سے قبل کی ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ آپ کی ان تحریروں میں بھی یہ سب باتیں موجود ہیں۔ آپ نے بھی دنیا کے سامنے اپنا دعوے مسیحیت ایسے ہی پرشوکت الفاظ میں پیش کیا۔ جیسے دعویٰ نبوت۔ آپ نے لوگوں کو دعوے نبوت سے پہلے بھی اسی طرح اپنی بیعت کی طرف بلایا جیسے دعویٰ نبوت کے بعد۔

ان نظیر کے ہوتے ہوئے ہم اناجیل اربعہ کی بعض مدعیانہ اور تحدی آمیز عبارت دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ الفاظ جناب یسوع مسیح کی زبان سے دعویٰ نبوت کے بعد نکلے ہیں۔ جناب مسیح مامور من اللہ تھے دوسرے مامورین کی طرح انہوں نے بھی "مقامات سلوک" آہستہ آہستہ طے کئے۔ اور مقام نبوت تک پہنچنے سے پہلے ان کو کئی ارتقائی مراحل سے گذرنا پڑا۔ فلسطینی زندگی میں صرف وہ اپنے مقام مجددیت و مسیحیت سے واقف تھے یا یہ جانتے تھے کہ میں عنقریب مقام نبوت پر فائز ہونے والا ہوں۔ اسی لئے آپ نے فلسطین میں کبھی اپنی زبان مبارک سے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور جن لوگوں نے آپ پر نبی ہونے کا گمان کیا ان کو آپ نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ اناجیل میں آتا ہے کہ کئی مرتبہ لوگوں نے آپ کے معجزات و خوارق دیکھ کر کہا کہ یہ تو نبیوں جیسے کام کرتا ہے یا یہ تو نبی ہے۔ مگر آپ نے خود کبھی اپنے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کیا۔

دور نبوت کی خصوصیت جناب یسوع مسیح کی فلسطینی زندگی بڑی ہنگامہ خیز زندگی تھی اور ہم کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک غیر یا نبی کی ہنگامہ خیز زندگی دعویٰ نبوت سے قبل کی زندگی ہوتی ہے۔ جب دور نبوت آتا ہے تو اس طوفان کی ہنگامہ خیزی کم ہو جاتی ہے لوگ آہستہ آہستہ ان کی شخصیت، تعلیمات اور دعاوی سے متاثر ہونے لگتے ہیں۔

صوفیا کا محاورہ اب پھر ہم اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ نئے عہد نامہ کا ابن اللہ اور اسلامی تصوف کا "اہل اللہ" ہم معنے الفاظ ہیں۔ اور اگر ہم اصطلاح ابن اللہ کی مسلمان صوفیا کے محاورہ الناس عیال اللہ یا الناس اطفال اللہ کی تشریح کریں تو مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔

نظریہ ہمہ وجودیت و اباحت پولس رسول نے مسیحی کلیسیا کو تثلیث کا جو عطیہ پیش کیا۔ وہ باپ۔ بیٹا اور روح القدس کے اس نازک مرحلے پر مبنی تھا۔ اس کے پیش کردہ تثلیث کی بنیاد نظریہ ہمہ وجودیت پر معلوم ہوتی ہے۔ یہ ایک مہمل و مبہم سا عقیدہ تھا۔ اسکی نظیر دوسرے مذاہب میں بھی ملتی تھی۔ اس لئے کلیسیا نے کبھی اس تثلیث کو موضوع بحث بنانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ عہد اول میں جو مسائل موضوع بحث بنے۔ یہ ختنہ۔ غیر یہودیوں میں تبلیغ اور نفل و شریعت کے مسائل تھے۔

لیکن جس طرح اس مدرسۂ فکر کے صوفیا کا ایک طبقہ ہمیشہ عقیدہ میں حلول اور شریعت میں مداہنت و اباحت کا قائل رہا ہے۔ پولس نے بھی مسیحیت میں انہیں خیالات کو فروغ دیا جس کے بعد شریعت موسوی کے ساتھ جناب مسیح کی بعثت بھی بے معنی ہو گئی۔

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آگے چل کر عقیدہ تثلیث کی تعریف میں جیسی موشگافیاں ہوئیں اور اس محاورہ کی بنیاد پر شرک جیسے ہولناک عقیدے کی اشاعت ہوئی۔ پولس تثلیث کے ان نتائج سے واقف تھا یا نہیں۔ نئے عہدنامے کے مطالعہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکی طبیعت میں گہرائی کم اور سطحیت زیادہ پائی جاتی تھی۔ اسلئے قیاس یہ ہے کہ وہ ان نکتہ سنجیوں سے ناواقف تھا۔ جو تین صدیوں کے بعد مسیحی کلیسیا میں ظہور پذیر ہوئے پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ پولس کے سامنے کوئی ایسی نظیر بھی نہیں تھی۔ جب اس عقیدے کی بنیاد پر اس قسم کے مناظرہ و مباحثہ کی مجالس گرم ہوئی ہوں یہ ہم کہہ چکے ہیں کہ اس عقیدے کی نظیر دوسرے ادیان میں بھی پائی جاتی تھی۔ مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس عقیدے کی تفسیر میں مسیحی کلیساؤں کی طرح کہیں اور بھی موشگافیاں کی گئی ہوں۔

چوتھی صدی عیسوی لیکن جب تحریک مسیحیت پر تین سو سال گذر گئے تو ہم روم۔ افریقہ اور ایشیاء کے تمام کلیساؤں میں ایک نئی حرکت دیکھتے ہیں۔ ہر جگہ تثلیث کے "زاویہ ابنیت" پر چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ باپ۔ بیٹا اور روح القدس کا نازک مرحلہ جو پولس رسول نے پیش کیا تھا۔ اس پر فلسفیانہ نقطۂ نظر سے غور ہو رہا ہے۔ وہ جمود جو مسئلہ تثلیث پر تین سو سالوں سے طاری تھا ختم ہو گیا۔ اور اب تمام کلیساؤں میں ایک تموج کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ بطریق، قسیس اور اسقف سبھی اب عقیدہ تثلیث پر اس طرح غور کر رہے ہیں۔

اگر خدا باپ اور مسیح اس کا فرزند ہے تو اس فرزند ربانی اور ذات ربانی کے درمیان کیسا تعلق پایا جاتا ہے؟

آج تک کسی مسیحی کلیسیا نے اس نقطۂ نظر سے عقیدہ تثلیث پر غور نہیں کیا تھا۔ لیکن اب یہی بات موضوع بحث بن گئی ہے۔

اسکندریہ اس بحث کی ابتدا اسکندریہ سے ہوئی۔ جہاں اس سے پہلے تو افلاطونی فلسفہ نے جنم لیا تھا اور دینی مسائل کو عقل و استدلال کے ذریعہ سمجھنے کے لئے سب سے موزوں جگہ تھی ۳۱۳ء میں جب اسکندریہ کے تخت بطریقی کے لئے "اسکندروس" کا انتخاب ہوا۔ اس وقت اس بحث نے ایک طوفانی ہوا کی شکل اختیار کر لی جس سے تمام کلیساؤں کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں۔ (باقی)

ماہنامہ تجلّی (دیوبند) کی ہرزہ سرائی

از مکرم مولوی محمد عمر صاحب فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن حیدر آباد دکن

(قسط نمبر ۲)

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینہا۔ یعنی یقیناً خدا تعالےٰ دین اسلام کی تجدید کے لئے اس اُمت میں سے ہر صدی کے سر پر ایک ایک مجدد کو مبعوث فرماتا رہے گا۔ چنانچہ اس خدائی وعدہ کے مطابق ہر صدی کے سر پر اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے مجدد دین آتے رہے ہیں۔ شاید ان ہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مضمون نگار نے لکھا ہے کہ "یہ جو آپ اسلام کی چودہ صدیوں میں وقتاً فوقتاً متعدد بناسپتی نبیوں کا ذکر سنتے آ رہے ہیں یہ مسخرے فی الاصل آدمی کب تھے!! (العیاذ باللہ) مضمون نگار آگے چل کر اپنی ملعیت کو اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"واقعہ یہ ہے کہ خاور نبوت صلے اللہ علیہ وسلم قرآن سید البشر صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کسی نبی کی بعثت ممکن سمجھنا حماقت کی اتنی بڑی مقدار کا طالب ہے کہ جس کھوپڑی میں یہ مقدار جمع ہوگی وہاں بھیجے کے لئے شمہ برابر جگہ باقی ہی نہ بچیگی!

جمہور مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کا نزول ہوگا اور بقول حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اُس وقت آپؑ نبی بھی ہوں گے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں یحصر نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۱) یعنی آنے والا مسیح نبی ہوگا۔ نیز فرمایا کہ لیس بینی وبینہ نبیٌّ (ابوداؤد کتاب الملاحم جلد ۲) یعنی میرے اور اُن کے (مسیح) درمیان کوئی نبی نہ ہوگا۔ ان ہر دو احادیث سے واضح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا نزول بحیثیت ایک رسول اور نبی کے ہوگا جمہور مسلمانوں کا عقیدہ بھی یہی ہے تو اس صورت میں کوئی اس تبصرہ نگار سے یہ تو پوچھے کہ ان کا یہ فقرہ کہ "رسول اکرم صلعم کے بعد بھی کسی نبی کی بعثت ممکن سمجھنا حماقت کی اتنی بڑی مقدار کا طالب ہے کہ جس کھوپڑی میں یہ مقدار جمع ہوگی وہاں بھیجے کے لئے شمہ کے برابر جگہ باقی نہ رہے گی" کس کس پر صادق آئے گا

میں مضمون نگار کی توجہ ان کے مسلمہ بزرگ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند کے بعض اقوال کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ صاحب موصوف فرماتے ہیں:-

"اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" (تحذیر الناس صفحہ ۲۸)

گویا خاتم النبیین کے معنے یہ نہیں ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیز آپ فرماتے ہیں:-

"عوام کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی ہیں آخری نبی لیکن اہل فہم پر روشن ہے کہ یہ معنے غلط ہیں۔"
(تحذیر الناس صفحہ ۳)

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ:-

"رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اسی طرح خاتم الکاملین اور خاتم النبیین ہیں جس طرح کہ بادشاہ خاتم الحکام ہوتا ہے یعنی سب سے بڑا نبی اور سب سے بڑا حاکم۔" (حجۃ الاسلام صفحہ ۳۳)

اب مضمون نگار کے مذکورہ بالا سطور کے ساتھ محترم مولانا نانوتوی صاحب بانیٔ مدرسہ دیوبند کے ان اقوال کی تطبیق کی جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ اس ناخلف شاگرد کو اپنے بزرگ کے عقائد کے ساتھ کتنی بیگانگت ہے!!

قرآن کریم ہمیں صاف اور واضح رنگ میں بتاتا ہے کہ خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے نتیجہ میں انسان خدا تعالیٰ کے انعام یافتہ گروہ میں یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں شامل ہو جاتا ہے چنانچہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ

ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین (نساء ع ۹)

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو ایسی اکسیر بتایا ہے کہ آپ کے اطاعت گذار (منعم علیہم) گروہ میں شامل ہو جایا کریں گے۔ یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحوں میں۔

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ زمانوں میں گذشتہ نبیوں پر ایمان لانے والے صالح، شہید اور صدیق بنتے تھے۔ مگر آئندہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمانبرداران تینوں درجوں کے علاوہ مقام نبوت کو بھی حاصل کریں گے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ فیض رسانی آپ کی تمام نبیوں پر فضیلت ملنے کا ایک واضح ثبوت ہے۔

قرآن کریم کے اس واضح اور روشن ارشاد کے باوجود ہمارے تبصرہ نگار کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اُمت میں صرف جانور سے بدتر بناسپتی نبی اور مسخرے ہی نظر آتے ہیں۔

حضرت احمد علیہ السلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے مستقل اور آزاد نبوت کا ہرگز ہرگز دعویٰ نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ:-

"یہ (مکالمہ مخاطبہ کا) یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا۔ اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو۔
(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵ ایڈیشن اول)

نیز آپؑ فرماتے ہیں:- ؎

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

نیز فرمایا:-

"اس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے"

آپ ایک فارسی شعر میں فرماتے ہیں:-

"بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر این بود بخدا سخت کافرم"

غرض حضرت مرزا صاحب کو اگر یہ نبوت کا عظیم درجہ عطا ہوا ہے تو محض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور آپؐ کی پیروی کے طفیل ہی ملا ہے۔ حضرت مولانا نانوتوی صاحب بھی تو یہی فرماتے ہیں کہ:-

"اگر فرض کیجیئے کہ آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپؐ ہی کا محتاج ہوگا۔"
(تحذیر الناس صفحہ ۱۴)

اس حوالہ میں صاف مذکور ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس زمین یا کسی اور زمین یا آسمان میں نبی کا پایا جانا ممکن ہے۔ البتہ یہ ماننا پڑے گا کہ اس کی نبوت حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان کی محتاج ہوگی۔

جماعت احمدیہ کے خلاف جاری کئے گئے دیوبندی فتوے کفر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مضمون نگار لکھتا ہے کہ:-

"کاش وہ بعض بزرگ ان فتووں پر توجہ فرماسکیں جو قادیانیت کے معاملے میں عموماً رواداری اور مفاہمت کا انداز اختیار کرتے رہے ہیں۔ رواداری اور مفاہمت اچھی چیزیں ہیں۔ لیکن جب یہ دین و ملت کے اساسی اقدار پر قصاب کی چھری کا بن کر گریں تو ان کا نام بے حمیتی اور کمزوری رکھا جائیگا!"

گویا کہ یہ مضمون نگار اپنی باسی کڑھی میں دوبارہ اُبال پیدا کرنا چاہتا ہے۔ دراصل یہ کفر کے فتوے لگا کر دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا سرٹیفکیٹ دینا دیوبندیوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ چنانچہ اسی رسا ر میں بریلویوں کو بھی بہت کچھ بے نقطہ سنا کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی گئی ہے۔ اس کفر ساز کارخانہ کے کاریگروں کو اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال کر دیکھنا چاہیئے کہ اسلام اور ایمان اُن کے اندر کہاں تک بھرا ہوا ہے ان کے متعلق اگر کفر وارتداد کے فتاویٰ کی بھرمار دیکھنی ہو تو عقاید وہابیہ دیوبندیہ تاریخ دیوبند۔ الصوارم الہندیہ علیٰ مکر شیاطین دیوبند وغیرہ رسائل دیکھے جا سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اہل سنت والجماعت کے تین سو علماء کے دستخطوں سے ایک شجرہ تکفیر شائع ہوا ہے۔ اس میں دیوبندی حضرات کے عقائد و خیالات وغیرہ کو ان ہی کتب کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے فتویٰ کفر لگایا گیا ہے کہ "ان عقاید کی وجہ سے مولویان دیوبند کافر ہیں اور ایسے اشد کافر ہیں کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے کفر و ارتداد میں شک کرے وہ بھی کافر اور مرتد ہوںگے مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان سے بکلی مجتنب رہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا تو کجا اُن کو بھی اپنے پیچھے نماز نہ پڑھنے دیں اور نہ اپنی مسجدوں میں گھسنے دیں اور نہ اُن کا ذبیحہ کھائیں اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ دیں وغیرہ وغیرہ۔

ایسے سنگین فتووں کے نیچے دبے ہوئے علماء دیوبند نہ معلوم کس طرح دوسروں کو کافر و مرتد قرار دینے کا حوصلہ کرتے ہیں۔ ہمارے تبصرہ نگار رقمطراز ہیں کہ:-

"بہت ضروری ہے کہ تمام ختم نبوت کے فتنوں پر علماء کڑی نظر رکھیں اور عامۃ المسلمین کو اس دام فریب سے بچانے کے لئے اپنی ممکنہ کوششوں سے دریغ نہ فرمائیں!"

گویا کہ جماعت احمدیہ کے خلاف اب تک جتنی کاوشیں اور کوششیں کی گئی تھیں اور ان سے کے ضمن میں جو حد تک

ناکامیوں اور نامرادیوں کا سامنا ہوا اس سے ہمت نہیں ہارا بلکہ از سرنو مخالفت احمدیت کی ترغیب دی جاری ہے۔
انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے اس کو دنیا کی کوئی طاقت اُکھاڑ پھینک نہیں سکتی۔ اگر یہ انسان کی قائم کردہ جماعت ہوتی تو کبھی کی تباہ و برباد ہو گئی ہوتی۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ

ولو تقول علینا بعض
الاقاویل لاخذنا منه
بالیمین ثم لقطعنا منه
الوتین (الحاقة)

نیز فرماتا ہے کہ

فمن اظلم ممن افتریٰ
علی الله کذبًا او کذّب
بآیاته انه لا یفلح الظالمون
(یونس)

گویا کہ جھوٹے نبیوں اور مفتریوں کو نیست و نابود کرنے کا ذمہ خدا تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ اس کے لئے خدا تعالیٰ کو ان "علمائے کرام" کی مدد اور نصرت کی ضرورت نہیں لیکن اس کے برعکس مامورین من اللہ کی جماعتوں کی حفاظت اور ان کی نصرت کا ذمہ بھی خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اس لئے ایسی جماعتوں کو دنیا سے مٹانا کسی ملاں یا مولوی کے بس کی بات نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے سلسلہ کے مستقبل کے متعلق صاف طور پر بیان فرمایا ہے کہ

"اے تمام لوگو! سن رکھو!
کہ یہ اُس خدا کی پیشگوئی ہے
جس نے زمین و آسمان بنایا۔
وہ اپنی اس جماعت کو تمام
ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور
حجت و برہان کی رُو سے سب
پر غلبہ بخشے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ہر ایک
کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر
رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ
غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ
قیامت آ جائے گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دنیا
میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک
ہی پیشوا۔ میں تو صرف تخم ریزی
کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ
سے وہ تخم بویا گیا اور وہ بڑھے
گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں
جو اُس کو روک سکے۔"
(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴-۶۵)

آج جماعت احمدیہ کے اشد ترین مخالفوں کو بھی یہ اقرار کرنا پڑا ہے کہ "یہ ایک تناور درخت بن چکا ہے اس کی شاخیں ایک طرف چین میں اور دوسری طرف یورپ میں پھیلی نظر آتی ہیں۔" (زمیندار ۸ اکتوبر ۱۹۳۲ء)
خواہ جب یہ سلسلہ ایک کمزور اور ضعیف پودے کی شکل میں تھا اُس وقت مسلمانوں کے واجب الاحترام بزرگوں اور اکابر اُمت نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے اس کو پیروں کے نیچے مسلنے اور کچلنے کی کوشش کی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے انہیں نامراد رکھا۔ اور آج یہ پودا بڑھتے، پھولتا پھیلتا ایک تناور درخت بن چکا ہے جس کی شاخیں دنیا کے کناروں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اور دنیا میں کوئی ایسی طاقت نہیں جو اس کو تباہ و برباد کر سکے۔
بالآخر میں مضمون نگار سے التماس کرتا ہوں کہ ؎

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پہ نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

—————

یوگنڈا (مشرقی افریقہ) جماعت احمدیہ کی کامیاب تبلیغی تربیتی اور تعلیمی مساعی

(بقیہ صفحہ اوّل)

سویڈن، سوڈان اور مصر کے سفارت خانوں میں جا کر انکے سٹاف کو جماعت کا لٹریچر دیا گیا اور بعض احباب کو تبلیغ کا موقعہ بھی ملا۔
یوسرہ جماعت کے داعی المطلق ڈاکٹر سید طاہر الدین کی کمپالا میں آمد کے موقعہ پر ان کے اعزاز میں یوسرہ جماعت نے پارٹی دی جس میں مکرم حکیم صاحب اور مکرم عنایت اللہ خان صاحب خلیل اور مکرم مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح بھی شریک ہوئے۔ اس تقریب پر بہت سے معززین سے ملاقات کے علاوہ بعض کو لٹریچر دینے کا موقعہ ملا ایک کالج میں مکرم حکیم صاحب نے اسلامی مساوات کے موضوع پر تقریر کی تقریر کے بعد طلبار کو لٹریچر بھی دیا گیا۔
ہمارا تیسرا مشن مساکا میں ہے۔ انچارج مشن مکرم مولوی عنایت اللہ خان صاحب خلیل ہیں۔ یہ اپنے علاقہ میں فریضہ تبلیغ سرانجام دے رہے ہیں۔ اس علاقہ میں مسجد احمدیہ اور مشن ہاؤس کی تعمیر کا کام ہو رہا ہے۔ مالی مشکلات کی وجہ سے تعمیر کا کام ابھی تک مکمل نہیں ہوا احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد اور مشن ہاؤس کی تکمیل کے جلد اپنے فضل سے سامان پیدا فرمائے
ہمارا چوتھا مشن یوگنڈا کے شمالی علاقہ لیرا میں ہے۔ اس علاقہ میں مکرم مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح اشاعت اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ یوگنڈا کے وزیر اعظم جب لیرا کے علاقہ میں دورہ پر گئے تو مکرم ذبیح صاحب نے ان کو اور ان کی بیوی کو اسلامی لٹریچر وسیے کے علاوہ اسلام کی تبلیغ کی۔
ایک مصری اسمٰعیلی دوست نے مکرم ذبیح صاحب کو بتایا کہ آج سے چند سال قبل گجراتی زبان میں ایک کتاب احمدیت کا پیغام میں نے پڑھی تھی اور مجھے بہت عجیب معلوم ہوا۔ لیکن جب میں نے دوبارہ اسے غور سے پڑھا تو میرے سب اعتراضات دور ہو گئے۔ اور سینہ صاف ہو گیا۔ واقعی اس وقت دنیا میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں اور کسی خدا کے بندے کی اشد ضرورت تھی جو حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے پوری ہوئی ہے۔ اس نے بتایا کہ جب میں نے حضرت مرزا صاحب کے فوٹو کو دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص ضرور خدا کی طرف سے ہے۔ اور کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔
لانگو زبان میں سیرۃ النبی کی جو کتاب شائع کی گئی تھی وہ تین سو کی تعداد میں اس علاقہ میں فروخت ہو چکی ہے۔ لانگو ڈسٹرکٹ کے ۸ مسلم سکولوں نے ہماری سیرۃ النبی کتاب خرید کر اپنے سکول میں پڑھانی شروع کر دی ہے۔
عرصہ زیر رپورٹ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے پچھتر افراد بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔
بالآخر احباب سے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مشن کے کاموں میں برکت ڈالے۔ اور نیک نتائج مرتب فرمائے۔ اور اسلام کا جلد یہاں غلبہ ہو۔ آمین۔
خاکسار مرزا محمد ادریس

منقولات

سویڈن کی سماجی حالت

ہندی روزنامہ ویر پرتاپ جالندھر کے ایڈیٹر شری ٹلت موہن ان دنوں یورپ کے شمال میں واقع ملک سویڈن کی سیاحت کر رہے ہیں۔ انکے حالات سفر قسط وار اخبار پرتاپ جالندھر میں بھی قسط وار شائع ہو رہے ہیں۔ اس نوجوان آمدیہ سماجی معلومات کے اس مضمون کی دوسری قسط ۲۰ جولائی ۱۹۶۲ء کے پرتاپ میں عنوان بالا شائع ہوئی ہے جسے احباب کی دلچسپی کیلئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ مضمون میں مذکورہ بعض باتوں پر ہمارا تبصرہ دوسری جگہ ملاحظہ فرمایا جائے۔ شری ٹلت موہن اپنے سیاحت نامہ میں لکھتے ہیں
"اقتصادی ترقی کس بلندی تک پہنچ چکی ہے لیکن اس سے یہ سمجھ لینا غلط ہوگا کہ یہاں کے لوگ سُکھ اور چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہاں سیاسی تنازعات کم ہیں لیکن سماجی حالت انتہائی زیادہ مشکل ہے۔ ایک طرف تو حالت یہ ہے کہ کام کرنے والے شخص کی اوسطاً آمدنی لگ بھگ دس ہزار روپیہ سالانہ ہے اور دوسری طرف یہ حالت ہے کہ ہر سو شادیوں میں سے ۵۰ شادیوں کا انجام طلاق میں ہوتا ہے۔ سویڈن کی کل آبادی ۷۵ لاکھ ہے۔ ۱۹۶۱ء میں یہاں جتنی شادیاں ہوئیں ان میں سے ۴۴ ہزار کی تو پہلی شادی تھی لیکن چھ ہزار شادیاں ایسی تھیں جن میں عورت کی یہ دوسری شادی تھی۔ ۵ ہزار عورتوں کی تیسری تھی اور ۵ سو ہزار عورتیں ایسی تھیں جنہوں نے چوتھی شادی کروائی۔ اسی برس ۱۶ ہزار طلاق دیئے گئے اور ۱۲۲۱۶ ایسے بچے پیدا ہوئے جن کے والدین کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ ۸۰ ہزار اشخاص کو اسلئے جیل جانا پڑا کہ انہوں نے حد سے زیادہ شراب پی لی۔ تیرہ اشخاص نے خودکشی کی اور ان میں نصف شادی شدہ تھے۔"

دولت اکٹھی کرنے کی دوڑ

"ان اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ اس ملک کی اخلاقی حالت افسوسناک ہے۔ یہ اتنی خراب کیوں ہے؟ سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ پچھلے بیس برسوں میں یہاں بہت تیزی سے اقتصادی ترقی ہوئی ہے اس سے سماجی حالت میں بہت تبدیلیاں آ گئی ہیں۔ ہر شخص کو زیادہ سے زیادہ اقتصادی ترقی کرنے کا چسکا لگ گیا ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھی کرنیکی فکر میں ہے۔ بیشک یہاں بیروزگاروں کو بھی پنشن ملتی ہے لیکن پھر بھی محنت سے کوئی جی نہیں چراتا۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ میں دوسرے کی نسبت زیادہ دولتمند ہو جاؤں۔ ہر کنبہ کے مرد عورت سبھی کام کرتے ہیں۔ عورتیں مردوں کے مقابلہ میں کام کرتی ہیں۔ وہ ٹیکسی بھی چلاتی ہیں اور بس بھی۔ وہ فیکٹریوں میں کام کرتی ہیں اور کھیت میں بھی۔ کیونکہ کبھی بھی مرد دولت میں پیچھے نہیں رہنا چاہتیں۔ نیکن اس کا نتیجہ لازماً یہ ہے کہ نئے اخلاقی اصول وجود میں آئیں جو مرد اور عورت کو برابر کا درجہ دیں۔ اس ملک کا مذہب عیسائی ہے اور وہ نئے حالات اور تقاضوں کا سامنا نہیں کر سکتا۔ یہ ہندو دھرم کی طرح پرانا اور ہر حالت میں راس نہیں آ سکتا۔ چنانچہ نئے تقاضوں پر پورا نہ اُترنے کے کارن لوگوں کا دھرم میں وشواس نہیں رہا۔ یہاں کے گرجا گھر اکثر خالی رہتے ہیں اور کوئی ایسا ادارہ نہیں جو لوگوں کے جذبات کو قابو میں رکھ سکے نتیجہ یہ ہے کہ جس شخص کے جی میں جو آئے کر سکتا ہے اور جدھر جی چاہے جا سکتا ہے یہ حالت تقریباً سبھی مغربی ممالک میں ہے لیکن اس ملک میں غالباً سب سے زیادہ ہے۔ یہ درست ہے کہ جب کسی شخص کے پاس کوئی اخلاقی آدھار نہ رہ جائے تو اس کی حالت اس کشتی جیسی ہونی لازمی ہے جس کا کوئی پتوار نہ ہو۔"

بھارت کی مذہبی حالت

بھارت کی مذہبی حالت پر بھی کئی بار بحث ہوئی۔ بھارت کے بارے میں یہاں کے لوگوں میں کئی طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ستی کی رسم ابھی تک بھارت میں مروّج ہے۔ اب بھی عورتیں پردہ میں رکھی جاتی ہیں وغیرہ۔ اس قسم کی سب غلط فہمیاں دور کرنے میں میں نے کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ کئی بار میں اُن کے دلائل کا جواب دے نہیں سکا۔ مثال کے طور پر مجھ سے کئی بار پوچھا گیا کہ گائے کیا تقدس کی چیز ہے باقی سب جانوروں سے کیا قصور کیا ہے جو ان کی ہتیا کیخلاف کوئی آواز نہیں اُٹھائی جاتی؟"

نظامِ نو کی تعمیر اور وصیت

الہامِ الٰہی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض و غایت یُحیی الدین ویقیم الشریعۃ بیان کی گئی ہے۔ یعنی آپ کے ذریعہ آیندہ دینِ اسلام کا احیاء اور شریعتِ محمدیہ کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔

آپ نے جہاں روحانی دنیا کی کایا پلٹ دی۔ ایک نمونہ جماعت قائم کر دی وہاں حضور نے اسلامی تعلیم کو دنیا میں قائم اور راسخ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان نظام بھی پیش کیا۔ آپ نے خدا تعالیٰ کے حکم سے اعلان فرمایا کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے جو حقیقی جنت حاصل کرنا چاہتے ہیں یہ انتظام فرمایا ہے کہ وہ اپنی خوشی سے اپنے مال کا کم از کم دسواں حصہ کی اور زیادہ سے زیادہ ⅓ حصہ کی وصیت کریں۔ چنانچہ اس طریق پر وصیت کرنے والے مخلصین کے بارہ میں فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آئندہ نسلیں ایک ہی جگہ ان کو دیکھ کر اپنا ایمان تازہ کریں۔ اور ان کے کارنامے یعنی جو خدا تعالیٰ کے لئے انہوں نے دینی کام کئے ہمیشہ قوم پر ظاہر ہوں۔" (الوصیت)

اسی طرح قبرستان کے متعلق بعض الٰہی بشارتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

۱۔ "اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں۔ اور نہ صرف خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیھا کل رحمۃ یعنی ہر قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتار دی گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔" (الوصیت)

۲۔ "کوئی نادان اس قبرستان اور اس نظام کو بدعت میں داخل نہ سمجھے کیونکہ یہ انتظام حسب وحی الٰہی ہے انسان کا اس میں دخل نہیں۔ اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف اس قبرستان میں داخل ہونے سے کوئی بہشتی کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کر دے گی۔ بلکہ خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائے گا۔" (الوصیت)

پھر حضور علیہ السلام اس قبرستان کے متعلق ان الفاظ میں تین دفعہ دعا فرماتے ہیں:۔

"میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اس کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو۔ جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا۔ اور دنیا کی محبت چھوڑ دی۔ اور خدا کے لئے ہو گئے۔ اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔"

پھر آپ نے ان وصایا سے جو آمد ہو گی اس کے مصارف بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یہ مالی آمدنی ایک باامانت اور اہل انجمن کے سپرد رہے گی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعتِ علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ خرچ کریں گے . . . . ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں اور نو مسلموں کا بھی حق ہو گا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں۔"

ان تمام اقتباسات پر غور کرنے سے ہر شخص اس نظام کی عظمت شان اور اس کی جامعیت کا کسی قدر اندازہ کر سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے ۱۹۰۵ء میں دنیا کو آرام دینے والے۔ ہر فرد بشر کی زندگی کو آسودہ بنانے والے اور ساتھ ہی دین کی حفاظت کرنے والے نظامِ نو کی بنیاد رکھی جا چکی ہے اب دنیا کو کسی اور نظامِ نو کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وصیت اس تمام نظام پر حاوی ہے۔ جو اسلام نے قائم کیا ہے۔ اور جب وصیت کا نظام مکمل ہو گا تو اس سے صرف تبلیغ ہی نہ ہو گی۔ بلکہ اسلام کے منشاء کے مطابق ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا۔ اور دکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ پس جو وصیت کے نظام کو وسیع کرنے میں مدد دیتا ہے۔ وہ نظامِ نو کی تعمیر میں مدد دیتا ہے۔ وصیت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ زمانہ قریب ہے کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت کر کے اس حکم کو ٹال دیا ہے۔ وہ عذاب کے وقت آہ مار کر کہے گا کہ کاش میں تمام جائیداد کیا منقولہ اور کیا غیر منقولہ خدا کی راہ میں دے دیتا اور اس عذاب سے بچ جاتا۔"

"دیکھو میں بہت قریب عذاب کی تمہیں اطلاع دیتا ہوں۔ اپنے لئے وہ زادِ راہ جلد تر جمع کرو کہ کام آئے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں۔ اور اپنے قبضہ میں کر لوں۔ بلکہ تم اشاعتِ دین کے لئے ایک انجمن کے حوالے اپنا مال کرو گے۔ اور بہشتی زندگی پاؤ گے۔ بہتیرے ایسے ہیں کہ دنیا سے محبت کر کے میرے حکم کو ٹال دیں گے۔ مگر بہت جلد دنیا سے جدا کئے جائیں گے۔ تب آخری وقت میں یہ کہیں گے . ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون۔"

بالآخر میں تمام احباب جماعت سے اپنے پیارے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مبارک الفاظ میں عرض کرتا ہوں۔

"اے دوستو! جنہوں نے وصیت کی ہوئی ہے سمجھ لو کہ آپ نے نظامِ نو کی بنیاد رکھ دی ہے اس نظامِ نو کی جو اس کی اور اس کے خاندان کی حفاظت کا بنیادی پتھر ہے۔ اے دوستو! دنیا کا یہ نظامِ دین کو ٹھیک کرنا یا جا رہا ہے۔ تم تحریک جدید اور وصیت کے ذریعہ اس سے بہتر نظامِ دین کو قائم رکھتے ہوئے تیاری کرو گے مگر جلدی کرو کہ دوڑ میں جو آگے نکل جائے وہی جیتتا ہے۔"

اسی طرح حضور خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"پس تم جلد سے جلد وصیتیں کرو کہ جلد سے جلد نظامِ نو کی تعمیر ہو۔ اور وہ مبارک دن آ جائے جبکہ چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا لہرانے لگے۔"

اور بالآخر بالفاظ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ

"میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی جو ابھی تک نظامِ نو میں شامل نہیں ہوئے توفیق دے کہ وہ بھی اس میں حصہ لے کر دینی اور دنیوی برکات سے مالا مال ہو سکیں۔" اور اپیل کرتا ہوں

م۔ کہ آپ میرے اس پیغام اور تحریک کو جماعت کے ان احباب تک جنہوں نے تا حال وصیت نہیں کی پہنچاتے ہوئے انہیں رسالہ الوصیت کا مطالعہ کرنے کی تلقین کرتے ہوئے وصیت کرنے کی تلقین فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء کو جو در اصل الٰہی منشاء ہے پورا کرنے میں مدد دینے کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے۔ آمین۔

خاکسار: سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان دار الامان

خبریں

ہانگ کانگ ۱۳ر جولائی معلوم ہوا ہے کہ چین نے روس اور جاپان کے جھگڑے میں روس کو چھوڑ کر جاپان کی حمایت شروع کر دی ہے۔ جاپان کے ایک سوشلسٹ لیڈر ڈاکٹر کوزوساساکی نے ہانگ کانگ میں ایک انٹرویو میں انکشاف کیا ہے۔ کہ چین کمیونسٹ پارٹی کے چیئرمین ماؤزے تنگ نے پُرزور مطالبہ کیا ہے کہ روس کو جنوبی کورائیل کے جزیرے واپس جاپان کے حوالے کر دینے چاہئیں۔ یہ جزائر جاپان کے تھے۔ اور دوسری جنگ عظیم کے بعد روس نے ان پر قبضہ کر لیا تھا ماؤزے تنگ نے روس پر مشرقی یورپ اور بیرونی منگولیا میں علاقے ہتھیانے کا الزام لگایا۔ اور کہا کہ روس بہت زیادہ علاقے ہڑپ کر چکا ہے

نئی دہلی ۱۳ر جولائی۔ بھارت کے اپ راشٹرپتی ڈاکٹر ذاکر حسین الجیریا، تیونس اور مراکو کے بیس دن کے دورہ کے بعد آج دہلی واپس پہنچ گئے۔ پالم ہوائی اڈہ پر ان کا شاندار سواگت کیا گیا۔ سواگت کرنیوالوں میں بری افواج کے کمانڈر انچیف جنرل چودھری راجیہ سبھا کے ڈپٹی چیئرمین شریمتی وائلٹ الوا اور اعلےٰ افسر موجود تھے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نے ایک انٹرویو میں کہا کہ وہ جہاں بھی گئے انہوں نے بھارت کے تئیں دوستی اور خیر سگالی کا جذبہ دیکھا۔ وہ لوگ سورگیہ گاندھی جی اور سورگیہ نہرو کا اپنے ہی ملک کے لیڈروں کی طرح احترام کرتے ہیں۔

گوہاٹی ۱۳ر جولائی۔ شری ہیم بروا ممبر پارلیمنٹ و چیئرمین آسام سنکیت سوشلسٹ پارٹی نے آج یہاں ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ بھارت سرکار کو چاہیئے کہ وہ انڈر گراؤنڈ ناگا باغیوں کو الٹی میٹم دے کہ وہ اپنی نام نہاد فیڈرل گورنمنٹ کو توڑ دیں اگر وہ ایسا نہ کریں تو بھارت سرکار ان کے خلاف سخت ترین کارروائی کرے۔ آپ نے کہا کہ اس وقت ناگالینڈ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ خانہ جنگی ہے یہ بات بیرونی حملہ سے بدتر ہے۔ اگر فیزو کے پیروکار آزادی کی باتیں چھوڑ دیتے تو ہم سمجھوتہ کی بات چیت کا سواگت کرتے۔ شری بروا نے کہا کہ مزید شرارت ہونے سے پہلے ہی موجودہ امن مشن کو ناگالینڈ سے تشریف لے جانے کے لئے کہہ دینا چاہیئے۔ یہ امن دیش کے مفاد کے سراسر خلاف ہے۔ اور نام نہاد فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ امن کا سمجھوتہ کرنا بذات خود توہین آمیز اور غلط ہے۔

نئی دہلی ۱۳ر جولائی۔ اردو کے مشہور صحافی اور سابق ہفتہ وار اخبار "ریاست" کے ایڈیٹر سردار دیوان سنگھ مفتون نے ناقابل فراموش کے عنوان سے اپنے تازہ ترین آرٹیکل میں جو ہفتہ وار "چٹان" لاہور میں شائع ہوا ہے انکشاف کیا ہے کہ سورگیہ شری جواہر لال نہرو کو اعلےٰ حلقوں کی کورپشن کا پورا پورا علم تھا۔ لیکن وہ کسی ایک وزیر کے خلاف اس وجہ سے ایکشن نہ لینا چاہتے تھے کیونکہ انہیں خدشہ تھا کہ اس سے لیڈروں کے حلقہ میں بغاوت سی ہو جائے گی۔ اور ملک تباہ ہو جائے گا۔ انہوں نے اس کا علاج یہی سوچا کہ دس برس تک اس بیماری کو یوں ہی رہنے دیا جائے۔ تب تک لوگوں میں بیداری پیدا ہو جائے گی اور وہ خود ہی ان کورپٹ لوگوں کو گدیوں سے اتار پھینکیں گے۔ سردار دیوان سنگھ لکھتے ہیں:۔

غالباً ۴ برس کی بات ہے۔ ایک روز ڈاکٹر سید محمود سابق وزیر خارجہ ہندوستان پنڈت نہرو سے ملنے گئے۔ اور ان دونوں کے درمیان جو بات چیت ہوئی۔ وہ یہ تھی:۔

ڈاکٹر سید محمود۔ جواہر لال جی۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہندوستان کے آزاد ہونے کے بعد ملک میں کورپشن اور بددیانتی کا بہت زور ہو گیا ہے۔ اور اس غلاظت میں بڑے بڑے وزراء بھی مبتلا ہیں۔

پنڈت جواہر لال۔ ہاں ڈاکٹر صاحب۔ مجھے اچھی طرح سے علم ہے۔ اور یہ میری غلطی تھی کہ میں نے شروع میں ہی بددیانتوں کو کیوں ختم نہ کیا۔

ڈاکٹر سید محمود۔ تو پھر آپ نے کیا سوچا ہے ملک تو تباہ ہو رہا ہے۔

پنڈت جواہر لال۔ ڈاکٹر صاحب میں نے بہت سوچا ہے۔ میں نے اگر اب بددیانتوں کو ختم کرنے کا قدم اٹھایا۔ تو میرے خلاف لیڈروں کے حلقہ میں ایک بغاوت سی پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ قریب قریب ہر شخص ہی بددیانت ہے اور اس بغاوت کا اثر ملک کی تباہی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ دس برس تو اس بددیانتی کو جاری رہنے دیا جائے۔ آئندہ دس برس میں پبلک میں بیداری پیدا ہو جائے گی۔ اور پبلک خود ان بددیانتوں کو ختم کر دے گی۔ ان کو اب ختم کرنا میرے بس میں نہیں۔

نئی دہلی ۱۳ر جولائی۔ بھارت سرکار نے مرغبانی کی ترقی کے پروگرام کے طور پر ایک دن کے چوزے کی جنس کا پتہ لگانے کے طریقوں میں تربیت دینے کیلئے چند لفعات شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس تربیت میں جو ایک جاپانی ماہر دیں گے ننگی آنکھ سے دیکھنے کا طریقہ اور چوزہ جانچ کرنے کے خاص آلہ کا استعمال بھی شامل ہوگا۔ تربیت پانے والے کو ایک خاص آلہ خریدنا ہوگا جس کی قیمت ایک ہزار یا بارہ سو کے درمیان ہوگی

صدر انجمن احمدیہ قادیان کے مرکزی وفد کا اہم دورہ

صدر انجمن احمدیہ قادیان کے فیصلہ کے ماتحت مکرم مرزا منور احمد صاحب ساون ناظر بیت المال اور مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل بقا پوری شمالی ہند کی مندرجہ ذیل جماعتوں کا دورہ کر رہے ہیں۔ اس دورہ کی بڑی غرض یہ ہے کہ احباب جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائم کردہ نظام وصیت کی اہمیت بتا کر انہیں اس میں شامل ہونے کی تحریک کی جائے۔

نیز زکوٰۃ کے شرعی فریضہ کے متعلق دوستوں کو پوری طرح سے آگاہ کر کے صاحب نصاب احباب جماعت کو اس کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی جائے۔

جملہ احباب جماعت اور عہدیداران سے توقع ہے کہ وہ مرکزی وفد کے ساتھ پورا تعاون کریں گے اور ان کی موجودگی سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اور اس دورہ کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کی کوشش کر کے فرض شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے عنداللہ ماجور ہوں گے۔

ناظر اعلےٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان

نمبر شمار	نام جماعت	تاریخ رسیدگی	تاریخ روانگی	عرصہ قیام	کیفیت
۱	شاہجہانپور	۲۴-۷-۶۴	۲۵-۷-۶۴	۱ یوم	براستہ لکھنؤ
۲	گونڈہ	۲۷ // //	۲۸ //	½ //	
۳	کانپور	۲۹ // //	۳۰ //	۱ //	
۴	بنارس	۳۱ // //	۱-۸-۶۴	½ //	
۵	پٹنہ	۱-۸-۶۴	۲ // //	۱ //	
۶	مظفرپور	۲ //	۳ // //	۱ //	
۷	بھاگلپور رتنا بیوپورہ	۴ // //	۶ // //	۲ //	
۸	خانپور ملکی مع ہاری	۶ // //	۹ // //	۲ //	
۹	رانچی	۱۰ // //	۱۱ // //		
۱۰	جمشید پور	۱۲ // //	۱۴ // //		
۱۱	موسیٰ بنی مائنز	۱۴ // //	۱۶ // //		
۱۲	کلکتہ	۱۷ // //	۲۴ // //		
۱۳	بانسرہ	۲۴ // //	۲۵ // //		
۱۴	کلکتہ	۲۵ // //	۲۶ // //		

آپ کا چندہ اخبار بدر مورخہ ۲۸ ۷ ۶۴ سے ختم ہے

خریداری نمبر	نام
۱۰۲۵	مکرم جناب غلام محمد صاحب چک امیر چو
۱۰۳۱	// عبد الغفار صاحب میسور سٹیٹ
۱۰۴۲	// عبد الجلیل صاحب منگلور
۱۰۵۰	// والدہ شکیل احمد صاحب آرہ
۱۱۱۰	مکرم خورشید احمد صاحب یادگیر
۱۱۲۱	// خان صاحب معاحب لال صاحب کیرنگ
۱۱۲۰	// محمد فیروز الدین صاحب برہ پورہ
۱۲۶۹	// محمد منور صاحب ناری بارہ گام
۱۲۷۱	// نسخی بو صاحب ہبلی
۱۲۹۰	جناب سید احمد صاحب حیدر آباد
۱۳۶۶	جناب عبد الحمید صاحب یاڑی پورہ
۱۳۸۳	// سید جعفر حسین صاحب شاد نگر
۱۴۹۰	اردو لائبریری اورنگ آباد
۱۵۵۵	جناب محمد بشیر الدین صاحب ودھمان
۱۵۵۶	// محمد عارف صاحب حیدر آباد
۱۵۹۱	// قریشی نذیر احمد صاحب رنگم پیٹ

سو مہربانی فرما کر مندرجہ بالا خریداران ہو براہ بیچہ ڈاک اپنا چندہ ارسال فرما کر مشکور و ممنون فرماویں اور دفتر بدر کو بھی بذریعہ خط مطلع فرما دیں تاکہ اس مرکزی اخبار کو انکے نام اخبار بدستور جاری رکھا جا سکے۔ (مینیجر بدر قادیان)